ماہنامہ

حکمت بالغہ

جون 2011

مدیر: انجینئر مختار حسین فاروقی

قرآن اکیڈمی

جھنگ پاکستان

فون اور فیکس:-0092-47-77628261

ای میل:hikmabaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ:

http://www.hikmatbaalgha.com

http://www.hamditabligh.net

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

1 ﴿سورۃ النساء ، آیۃ 1﴾

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ

اے بنی آدم!

اتَّقُوا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ

اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا

وَّ خَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَ بَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّ نِسَآءً

(یعنی اوّل) اس سے اس کا جوڑا بنایا پھر ان دونوں سے کثرت سے

مرد وعورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیے

وَ اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَ الْاَرْحَامِ

اور اس اللہ سے، جس کا تم آپس میں واسطہ دیتے ہو، ڈرو

اور رحمی رشتوں (کی عدم پاسداری) سے (بچو)

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا O

کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے

---

2 ﴿سورۃ الاحزاب آیۃ 36﴾

اِنَّ الۡمُسۡلِمِیۡنَ وَ الۡمُسۡلِمٰتِ

اطاعت گذار مرد اور اطاعت گذار عورتیں

وَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ

اور یقین رکھنے والے مرد اور یقین رکھنے والی عورتیں

وَ الۡقٰنِتِیۡنَ وَ الۡقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِیۡنَ وَ الصّٰدِقٰتِ

اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں

وَ الصّٰبِرِیۡنَ وَ الصّٰبِرٰتِ وَ الۡخٰشِعِیۡنَ وَ الۡخٰشِعٰتِ

اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں

اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں

وَ الۡمُتَصَدِّقِیۡنَ وَ الۡمُتَصَدِّقٰتِ

اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں

وَ الصَّآئِمِیۡنَ وَ الصّٰٓئِمٰتِ

اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں

وَ الۡحٰفِظِیۡنَ فُرُوۡجَہُمۡ وَ الۡحٰفِظٰتِ

اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد

اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں

وَ الذّٰکِرِیۡنَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا وَّ الذّٰکِرٰتِ

اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں

اَعَدَّ اللّٰہُ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃً وَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا

کچھ شک نہیں کہ ان کے لیے اللہ نے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے

صدق الله العظیم

حرفِ آرزو

انجینئر مختار فاروقی

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بے پایاں احسانات میں سے ایک تازہ احسان یہ ہے کہ ہم قارئین حکمت بالغہ کے لئے 'حقوقِ نسواں نمبر' مرتب کر کے ان تک پہنچانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور صدقِ دل سے اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں اس 'کارِ خیر' کی توفیق بخشی۔ دُعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں ایسی مزید کئی سعادتیں نصیب فرمائے۔ آمین

حکمت بالغہ کی سابقہ خصوصی اشاعتوں کی طرح 'حقوقِ نسواں نمبر' کی یہ خصوصی اشاعت بھی ہمارے مشن ....قیام نظام خلافت یا قیامِ عدلِ اجتماعی یا اسلامی انقلاب کی منزل کو قریب کرنے کے لئے عوامی بیداری اور آگہی کے فروغ کی سعی پیہم کا ایک اہم حصہ ہے۔ یہ اشاعت اگرچہ خواتین کے نام منسوب ہے تاہم تمام تحریریں ایسی ہیں کہ جنہیں بالغ اور نابالغ مرد سبھی یکساں طور پر پڑھ سکتے ہیں اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس پا سکتے ہیں۔

لٹریچر اور ادب کی دنیا میں کتابوں اور طویل تحریروں کے ضمن میں یہ بات ایک خوبی سمجھی جاتی ہے کہ تحریر کرنے والا قاری کو کتاب یا اپنی تحریر میں منہمک رکھنے کے لئے ایسا دلچسپ انداز اختیار کرے کہ قاری اکتائے نہیں اور ثانیاً ایسا تجسس برقرار رکھے کہ قاری دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر آگے بڑھتا چلا جائے تا آنکہ کتاب بھی اختتام پذیر ہو اور تحریر کرنے والے کا مُدّعا اور مقصد بھی واضح ہو جائے۔ اس کے برعکس 'حقوق نسواں نمبر' کے قارئین کی سہولت کے لئے ہم ابتدا ہی میں اس بات کو سامنے رکھنے میں کوئی عار نہیں سمجھتے کہ جو قاری اس خصوصی اشاعت کے صرف ابتدائی صفحات پر ہی نظر ڈالے اسے بھی کم از کم اس کا سبق ضرور سامنے آجائے کہ اگلے صفحات میں موجود ساری تحریری کاوش کا حاصل یہ ہے کہ ایک طرف یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور

بالخصوص آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات میں خواتین کی جو عظمت اور اعلیٰ مقام واضح کیا گیا ہے اس کی کوئی نظیر دوسرے فلسفیانہ قدیم اور جدید نظریات کی حامل کسی سوسائٹی میں موجود نہیں ہے۔ جبکہ دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ خود مسلمان معاشرے آج اپنے ہاں خواتین کو وہ حقوق اور عزت واحترام نہیں دے رہے جس کا ان کا دین اُن سے تقاضا کرتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ یہ حقوق خواتین اسلام یا خواتین عالم کو کب ملیں گے؟ اور کون دلائے گا؟

ہمارے نزدیک اس سے پہلے کہ مغربی فکری اور تہذیبی یلغار کے جلو میں تحریک آزادی نسواں کے زیر اثر ہماری خواتین بھی خود اپنے حقوق کی بازیافت کے لئے گھروں سے نکل کر بے نقاب سڑکوں پر آئیں، ہم مسلمانوں کو اپنا دینی فرض سمجھتے ہوئے اسلام کے غلبے کی جدوجہد کو تیز کرنا چاہیے، خواتین اسلام کو چاہیے کہ گھریلو جھمیلوں اور چھوٹی چھوٹی گھریلو مصروفیات سے مردوں کے اوقات اور ذہنوں کو فارغ رکھیں تا کہ وہ یکسوئی سے نظام عدلِ اجتماعی کے قیام اور نظام خلافت کے احیا کے مشن کے لئے جان و مال سے جدوجہد کر سکیں۔ اس رُخ پر جتنا زیادہ کام ہوگا اتنا ہی نظام خلافت کے قیام کی منزل قریب آئے گی اور حقوقِ نسواں کی بازیافت کا مرحلہ اسی نسبت سے جلد تر عالم واقع میں وقوع پذیر ہوکر رہے گا۔۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو قبول عام عطا فرمائے اور مسلمان مردوں اور مسلمان خواتین کو اپنے اپنے حصے کا کام زیادہ تندہی اور خلوص سے سرانجام دینے کی توفیق بخشے اور ہماری کوششوں کو بارآور فرمائے آمین۔ تا کہ دنیا سے بے سکونی، ناانصافی، ظلم، بے حیائی، عریانی، فحاشی، منکرات اور حیوانی طرزِ ہائے زندگی کا خاتمہ ہو سکے اور لوگ اپنے خالق و مالک کی منشا کے مطابق حضرت محمد ﷺ کے عالمی دین...... دین اسلام کے سایۂ عاطفت میں باقی زندگی امن و آشتی سے گزار سکیں۔ یہی آپ ﷺ کی شانِ رحمت للعالمینی ہے جس سے ہر کس و ناکس اور مسلم وغیر مسلم یکساں مستفید ہو سکے گا۔

؎ تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار — لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

بابِ اوّل

کائنات

اللہ تعالیٰ کی صفاتِ حسن وکمال

اوراسمائے جلال وجمال کا مظہر کامل

☆ تخلیق کائنات

تمہید......تخلیق کائنات میں غور وفکر

☆ قرآن مجیداورتخلیق کائنات

عالم امراور عالم خلق......آدم علیہ السلام سے حوّا سلام علیہا کی تخلیق

حقیقت انسان......

☆ انسان......محض حیوان نہیں ہے

عقل......نطق......شرم وحیا......لباس......رحمی رشتوں کا احساس......

شعورِ ذات......شعورِ رب......پیدا کرنے والے کا شعور......حسب و نسب کا شعور......

مرد وعورت کا نکاح......ایک پروقار تقریب......ایک یادگار مرحلہ

تخلیق کائنات

تمہید اس کائنات کی رنگارنگی اور بوقلمونی دراصل اس کائنات کے خالق کی صفاتِ حسن و کمال اورجلال و جمال کے حامل اسمائے حسنیٰ کا خاص مظہر ہے۔اس ذات بابرکات نے یہ کائنات اسی لئے پیدافرمائی کہ’’وہ پہچانا جائے‘‘اوراس کی صفات ظاہرہوں۔

یہ وسیع وعریض کائنات اس لازوال ہستی (جس کی صفات ہمہ جہتی اور ازلی و ابدی ہیں) کی صنّاعی، خلاّقی اور قدرت کا خاص نمونہ ہے اور کئی طویل مراحل سے گزرتا ہوا موجودہ صورت تک پہنچا ہے اور ابھی بھی کائنات سے ’دمادم‘ صدائے کن فیکون اور ’علیٰ کل شی قدیر‘ کا غلغلہ جاری ہے۔آیئے ذرا......اس کلامِ ربانی قرآن مجید سے پوچھتے ہیں کہ یہ سلسلہ کون ومکاں کیا ہے؟ اس کا سفر کس سمت میں جاری ہے؟ یہ سلسلہ موجودات جس میں انسان اور پھر ’عورت‘ بظاہر ایک بہت چھوٹا سا ’ذرہ‘ ہے اس کا انجام کیا ہے؟ اس سلسلہ روز وشب میں انسان کا مقام کیا ہے؟اورانسان کااس کائنات کے محکم نظام میں کردار کیا ہے؟

تخلیق کائنات میں غور وفکر تخلیق کائنات ایک ایسا شعبۂ علم ہے کہ جس میں انسان کی دلچسپی کا سامان ہرقدم پر موجود ہے اور دلچسپی کے اس سامان کے پہلو اتنے بےشمار ہیں کہ انسان تحقیق وجستجو کو ’ذرہ‘ پر مرکوز کرتا ہے تو وہ بھی ’مہر درخشاں‘ نظر آتا ہے اور کبھی نگاہ......کائنات کی وسعت پر جائے تو ’مہر درخشاں‘ کیا اس سے کہیں بڑے اجرام فلکی ’فراخیٔ افلاک‘ میں ’خوار‘ و ’زبوں‘ نظر آتے ہیں۔بقول شاعر مہر درخشاں ذرّہ فانی ذرّہ فانی مہر درخشاں کوثر نیازیؔ

اپنی اپنی جگہ ایٹم کی اندرونی ساخت بھی قابل توجہ ہے اور بلند تر سطح پر نگاہ پوری کائنات پر مرکوز ہو تو پورا نظام شمسی بھی ایک چھوٹی سی 'شئے' نظر آتی ہے۔

اِسی بات کو دورِ حاضر میں 'نظریۂ اضافت' (THEORY OF RELATIVITY) سے موسوم کیا گیا ہے اور حقیقت یہی ہے کہ اس کا لحاظ کیے بغیر نہ کوئی کلام مفید ہو سکتا ہے اور نہ کوئی گفتگو معنی خیز بن سکتی ہے کہ جس سطح پر بات کی گئی ہو سننے والا بھی اس کو کم و بیش اسی پس منظر (CONTEXT) میں رکھ کر غور و فکر کرے۔ قرآن مجید میں خود اس کی مثالیں ہیں آخرت کی زندگی بہت اہم، ابدی اور بڑی پرسکون ہے۔ اس طرح صرف دنیوی زندگی اور اس کے لوازمات اور آسائشوں پر غور کریں تو یہ اپنی جگہ اہم ہے مگر یہی دنیوی زندگی جب آخرت کے مقابلے میں دیکھی جائے گی اور تقابلی انداز سے نگاہ ڈالیں گے تو حقیقت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں واضح کر دی ہے کہ...... وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (185:03) ''اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے''۔۔۔ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ (64:29) ''اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف اور کھیل تماشا ہے''

قرآن مجید اور تخلیق کائنات

کائنات کی تاریخ بہت ہی قدیم اور طویل ہے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام اور انسان کی تاریخ اس کے مقابلے میں بہت مختصر ہے (وہ آدم جو روح اور جسد کا مجموعہ ہے اور مسجودِ ملائک ہے اس کی تاریخ بمشکل دس ہزار سال ہے) انسان نے جب سے آنکھ سے دیکھنا سیکھا ہے، کانوں سے سننا اور دماغ (INTELLECT) سے نتائج اخذ کرنا سیکھا ہے اس کے سامنے زمین اپنی تمام رنگینوں کے ساتھ اور نیلگوں آسمان اپنی تمام وسعتوں اور رعنائیوں کے ساتھ موجود ہے۔ علامہ اقبال نے حضرت آدم علیہ السلام کے ''ھبوطِ ارضی'' کا منظر پیش کیا ہے جب انسان نے اس زمین پر قدم رکھا اور ماحول پر پہلی نگاہ ڈالی۔

ے کھول آنکھ زمین دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ
مشرق سے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

اب یہ بات مشاہدے کے بعد باطنی بصیرت، انسانی وجدان اور 'صورت' سے 'بے

صورت' کی طرف ذہنی سفر کی ہے کہ کون کون ان مادی پردوں (حجابات) کے پس پردہ موجود 'حقیقت کبریٰ' یعنی ذات باری تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لیتا ہے اور کون نہیں۔ اسی کو APPEARANCE اور REALITY سے تعبیر کیا گیا ہے اور اسی کو پنجاب کے ایک باکمال صوفی شاعر پیر مہر علی شاہ نے یوں تعبیر کیا ہے:

ے دَسے صورت راہ بے صورت دا ایہو راہ ہے عین حقیقت دا
پر کم نہیں بے سوجھت دا کئی ورلیاں موتی لے تریاں

تاریخ انسانی میں انسان نے خود بھی اس حقیقت کبریٰ کی تلاش کے لیے خوب غور کیا ہے (اگرچہ اکثر ٹھوکر کھائی ہے) اور خالق کائنات کی طرف سے بھیجے ہوئے برگزیدہ اور پسندیدہ بندوں انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی اپنا فرض ادا کرتے ہوئے اس سفر کی پیچیدگیوں کو آسان کیا ہے اور کئی نشانِ راہ دیے ہیں اور منزل کی سمت راستے کا تعین بھی فرمایا ہے جس سے لاکھوں کروڑوں انسانوں کے لئے یہ سفر آسان ہو گیا اور وہ معرفت خداوندی کی منزل کو پا گئے، ایمان سے مالا مال ہو گئے اور اپنی اپنی زندگیوں کو منور کر گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ سعادت نصیب فرمائے آمین۔

أُحبُّ الصَّالحين و لستُ منهم
لعلَّ اللّٰهَ يرزقني صلاحاً

عالم امر اور عالم خلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی ابتدا اور تخلیقی تسلسل کو کئی جگہ بیان فرمایا ہے۔ ہم ذیل میں اپنے ذہن نارسا کے مطابق چند مقامات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ یہ بات قاری کے ذہن کو تحقیق و جستجو کی اُس شاہراہ پر ڈال دے گی جو قرآن مجید کی روشنی میں صحیح سمت میں آگے بڑھنے کے لئے ممد ثابت ہو گی۔ ان شاء اللہ

اللہ تعالیٰ نے پہلے عالم امر پیدا فرمایا، یہ عالم بڑا منفرد اور خاص نوعیت کا ہے وہاں وقت نہیں ہے اور سمتیں نہیں ہیں۔ فرشتے، ارواح انسانی، جنت و دوزخ وغیرہ عالم امر سے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا اَمۡرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيۡـئًا اَنۡ يَّقُوۡلَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ فَسُبۡحٰنَ الَّذِىۡ بِيَدِهٖ

مَـلَـكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ O (82:36-83)''اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے''

بَـدِیْـعُ السَّـمٰـوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اِذَا قَـضٰٓـی اَمْـرًا فَـاِنَّـمَا یَقُوْلُ لَـهٗ كُنْ فَیَـكُـوْنُ O(117:02)''(وہی) آسمانوں اور زمین کا (عدم سے) پیدا کرنے والا ہے جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے''

تخلیق کائنات کا ذرا تفصیل کے ساتھ ذکر ہے سورہ حم السجدہ میں۔ اللہ تعالیٰ نے چھ دنوں میں آسمان و زمین تخلیق کر دیے اور فرمایا کہ اللہ کے نزدیک ایک دن تمہارے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔

اِنَّ یَـوْمًـا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَO(47:22)''بیشک تمہارے پروردگار کے نزدیک ایک روز تمہارے حساب کے رو سے ہزار برس کے برابر ہے''

عالم امر...... سے مختلف ایک دوسرا عالم...... عالم خلق ہے یہ زمین و آسمان اور زمین پر تمام مخلوقات...... عالم خلق سے ہیں۔ یہاں شش جہات (سمتوں اور DIRECTIONS) کا تصور بھی ہے اور وقت کا بھی۔ پرانی اور بوسیدہ ہو جانے (WIER & TEAR) کا معاملہ بھی ہے۔ جبکہ عالم امر......ان علائق سے بالاتر اور ماوراء ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ رَبَّـكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَـلَـی الْـعَـرْشِ یُـغْشِـی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ الـنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ O (54:7)'' کچھ شک نہیں کہ تمہارا پروردگار اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر جا ٹھیرا۔ وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے کہ وہ اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند اور ستاروں کو پیدا کیا سب اس کے حکم کے مطابق کام میں لگے ہوئے ہیں دیکھو عالم خلق بھی اسی کا ہے اور عالم امر بھی۔ یہ اللہ رب العالمین بڑی برکت والا ہے''

اس دنیا میں کیا کیا پیدا فرمایا وہ انسان کے سامنے ہے اور انسان کیلئے اللہ کی نشانی کے

طور پر ہے تاکہ انسان اِن مظاہر پر غور کر کے اپنے رب کو پہچان سکے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّهَارِ وَ الۡفُلۡكِ
الَّتِیۡ تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِمَا یَنۡفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ
مَّآءٍ فَاَحۡیَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَ بَثَّ فِیۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّ تَصۡرِیۡفِ
الرِّیٰحِ وَ السَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَیۡنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ O
(164:2) ”بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن
کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اور کشتیوں (اور جہازوں) میں جو دریا
میں لوگوں کے فائدے کے لیے رواں ہیں اور بارش میں جس کو اللہ تعالیٰ آسمان
سے برساتا اور اس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ (یعنی خشک ہوئے پیچھے سرسبز)
کر دیتا ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلانے میں اور
بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں عقلمندوں کے لیے
(اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں“

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ الطَّیۡرُ صٰٓفّٰتٍ
كُلٌّ قَدۡ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسۡبِیۡحَهٗ وَ اللّٰهُ عَلِیۡمٌۢ بِمَا یَفۡعَلُوۡنَ O وَ لِلّٰهِ مُلۡكُ
السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اِلَی اللّٰهِ الۡمَصِیۡرُ O اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُزۡجِیۡ سَحَابًا
ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیۡنَهٗ ثُمَّ یَجۡعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَی الۡوَدۡقَ یَخۡرُجُ مِنۡ خِلٰلِهٖ وَ یُنَزِّلُ
مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ جِبَالٍ فِیۡهَا مِنۡۢ بَرَدٍ فَیُصِیۡبُ بِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَصۡرِفُهٗ عَنۡ
مَّنۡ یَّشَآءُ یَكَادُ سَنَا بَرۡقِهٖ یَذۡهَبُ بِالۡاَبۡصَارِ O یُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّیۡلَ وَ النَّهَارَ
اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَعِبۡرَةً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ O وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنۡ مَّآءٍ
فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰی بَطۡنِهٖ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰی رِجۡلَیۡنِ وَ مِنۡهُمۡ
مَّنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰۤی اَرۡبَعٍ یَخۡلُقُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ
قَدِیۡرٌ O لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ وَ اللّٰهُ یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ
مُّسۡتَقِیۡمٍ O (24:41-46)” کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو مخلوقات عالم آسمان اور

زمین میں ہیں اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور پر پھیلائے ہوئے جانور بھی۔ اور سب اپنی نماز اور تسبیح (کے طریقے) سے واقف ہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں (سب) اللہ کو معلوم ہے۔ اور آسمان اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی بادلوں کو چلاتا ہے پھر ان کو آپس میں ملا دیتا ہے پھر ان کو تہ بتہ کر دیتا ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ بادل میں سے مینہ نکل (کر برس) رہا ہے اور آسمان میں جو (اولوں کے) پہاڑ ہیں ان سے اولے نازل کرتا ہے تو جس پر چاہتا ہے اس کو برسا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ہٹا رکھتا ہے اور بادل میں جو بجلی ہوتی ہے اس کی چمک آنکھوں کو (خیرہ کر کے بینائی کو) اچکے لیے جاتی ہے۔ اللہ ہی رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے۔ اہل بصارت کے لیے اس میں بڑی عبرت ہے۔ اور اللہ ہی نے ہر چلنے پھرنے والے جاندار کو پانی سے پیدا کیا تو ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو دو پاؤں پر چلتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم ہی نے روشن آیتیں نازل کی ہیں اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کائنات کو تخلیق فرمایا اور اسی سلسلۂ خلاّقی کے کسی ابتدائی مرحلہ میں عالم امر...... میں ارواحِ انسانی کو پیدا فرمایا۔ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے روح اور جسد۔ روح عالم امر سے ہے اور جسد عالم خلق سے ہے تمام ارواح انسانی کو بیک وقت پیدا فرمایا کہ عالم امر میں وقت کا تصور نہیں ہے ان ارواح انسانی سے رب کائنات نے ایک عہد لیا۔ اسے عہد الست کہتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ O (172:07) ''اور جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے (یعنی) ان کی پیٹھوں سے ان کی اولاد نکالی تو ان سے خود ان کے مقابلے میں اقرار

کرالیا (یعنی ان سے پوچھا کہ) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ وہ کہنے لگے کیوں نہیں، ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا پروردگار ہے۔ یہ اقرار اس لیے کرایا تھا) کہ قیامت کے دن (کہیں یوں نہ) کہنے لگو کہ ہم کو تو اس کی خبر ہی نہ تھی۔''

ارواح انسانی ممیّز تھیں اور ہر انسان کی الگ الگ شناخت تھی انبیائے کرام، صدیقین، شہداء، صالحین وغیرھم سب کی ارواح اس عہد الست کے وقت بارگاہِ خداوندی میں حاضر تھیں۔

بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کے جسد خاکی کی تیاری کے لئے عالم خلق پیدا فرمایا اور پھر خاک کے خلاصہ 'سُلَالة من طِين' سے انسان کی تخلیق فرمائی۔ چنانچہ قرآن پاک میں کہیں طِين اور طِين لازب کا ذکر ہے کہیں حَمَإٍ مَّسْنُون اور صلصالٍ کالفخار کا ذکر ہے کہیں زمین کی سطح (CRUST OF EARTH) کا ذکر ہے چنانچہ ارشاد ہے

مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَ فِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَ مِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى O

(55:20) ''اسی (زمین) سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے دوسری دفعہ نکالیں گے۔''

انسان کا جسد خاکی (زندہ چلتا پھرتا جسم) تیار ہوا تو اس میں روح ڈال دی گئی۔ یہ روح اللہ تعالیٰ سے خاص نسبت رکھتی ہے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو مسجود و ملائک بنانے کی تقریب کے موقع پر فرشتوں کو یوں حکم ہوا:

فَاِذَا سَوَّيۡتُهٗ وَ نَفَخۡتُ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِىۡ فَقَعُوۡا لَهٗ سٰجِدِيۡنَ (72:38)

''جب میں اس کو درست کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا''

آدم علیہ السلام سے حوّا سلام علیہا کی تخلیق بڑی حیران کن بات ہے کہ یہاں تک قرآن میں صرف 'آدم' کا ذکر ہے اس کے بعد 'آدم' سے 'حوّا' کی تخلیق کا مرحلہ ہے ایک انسان کو دنیا میں نسل انسانی کے تسلسل کا ذمہ دار ٹھہرایا تو اللہ نے اپنی بالغ حکمت کے تحت انسانی جوڑے کی تخلیق فرمائی اور اس سے نسل انسانی کے تسلسل کو استحکام بخشا۔ فصلوں اور درختوں کے پھلوں کی طرح انسانی تخلیق کے اور بھی ممکنہ طریق ہو سکتے تھے مگر جو مصالح اور حکمتیں اللہ تعالیٰ کی صفات جلیلہ کی

متقاضی تھیں ان کا صرف اسی طریق سے پوری ہونا متقاضی تھا کہ دنیا میں انسانوں کو مرد اور عورت بنا دیا جاہے۔ اسی لحاظ سے مرد اور عورت کو جسمانی ساخت میں اپنے اپنے فرائض اور جبلی تقاضوں کے مطابق رجحانات اور میلانات عطا فرمائے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰـهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا O(01:04) ''اے بنی آدم! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اوّل) اس سے اس کا جوڑا بنایا پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیے اور اس اللہ سے، جس کا تم آپس میں واسطہ دیتے ہو، ڈرو اور رحمی رشتوں (کی عدم پاسداری) سے (بچو) کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے''

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا سلام علیہا میں انسان ہونے کے ناطے کامل برابری تھی شرف انسانیت میں دنوں برابر تھے اور آج بھی عورت اور مرد برابر ہیں۔ فرق پڑتا ہے تو اعمال، کردار اور تقویٰ کی بنیاد پر واقع ہوتا ہے۔

انسان کو بحیثیت انسان اللہ تعالیٰ نے بڑی فضیلت دی ہے:

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِى الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا O (70:17) ''ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو جنگل اور دریا میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔''

انسانوں میں مرد اور عورت کا صنفی فرق دنیا میں ان کے ROLE کے مطابق ہے اور ہر ایک کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو دی گئی صلاحیتوں اور وسائل کے مطابق قیامت کے دن حساب ہونا ہے اور اسی پر کامیابی کا انحصار ہے۔

دنیا میں صحت، طاقت، عقل، وسائل رزق کی طرح عورت اور مرد ہونا بھی اللہ کی طرف سے ایک ودیعت شدہ امر ہے اور اس میں انسان کا اپنا کوئی دخل یا CHOICE نہیں ہے لہٰذا اسکی

بنیاد پر ترجیح(DISCRIMINATION) بلا جواز ہے اور اسلامی تعلیمات کی روح کے منافی ہے۔

پوری کائنات کی طرح انسان بھی اپنے خالق کی صفاتِ حسن و کمال اور جلال و جمال کی شانوں کا مظہر اور منہ بولتا جیتا جاگتا شاہکار ہے۔ اس پر انسان جتنا غور کرے اتنا ہی اپنے رب کی شان خلاّقی، دور بینی و باریک بینی میں کمال مہارت اور جمال اور حبِّ جمال کی شانوں کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ آفاقی آیات کے ساتھ ساتھ انسانی جسد کے اندر 'آیات انفسی' کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

> سَنُرِیۡھِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِھِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَھُمۡ اَنَّهُ الۡحَقُّ اَوَ لَمۡ یَکۡفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَھِیۡدٌ O (53:41) ''ہم عنقریب ان کو اطراف عالم میں بھی اور ان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ (قرآن) حق ہے۔ کیا تم کو یہ کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر چیز سے خبر دار ہے''

انسان کے باطن میں آیاتِ الٰہی کا ایک سمندر موجزن ہے اور ربّ کائنات کی خلاّقی کا مظہر ہے آج کل علم کا جو شعبہ GENETIC ENGINEERING کہلاتا ہے یا DNA جس سے انسان کی حیاتیاتی پہچان تک رسائی ہوتی ہے وہ آیات انفسی کی وسعت اور گہرائی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حقیقت انسان اس کائنات میں قرآن مجید کے مطابق دو عالم ہیں۔ ایک عالم امر اور ایک عالم خلق کائنات کی اکثر مخلوقات یا عالم امر سے ہیں یا عالم خلق سے ہیں اور اس لحاظ سے یک رُخی ہیں۔ اس ضمن میں انسان...... ایک منفرد تخلیق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے احسن تقویم پر پیدا فرمایا ہے کہ اس میں دونوں عالم رکھ دیے ہیں۔ انسان روح اور جسد کا مجموعہ ہے۔ روح عالم امر سے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> وَ یَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الرُّوۡحِ قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ وَ مَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِیۡلًا O(85:17) ''اور آپ ﷺ سے روح کے بارے میں لوگ سوال کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ روح میرے پروردگار کا امر ہے، اور تم لوگوں کو (بہت ہی) کم علم دیا گیا ہے''

جبکہ جسد انسانی خا کی الاصل ہے اور عالم خلق سے ہے اگر چہ جسد انسانی اپنی جگہ تخلیقی نفاست اور طبعی رفعت کے پہلو سے بھی مخلوقات میں سے ممکنہ حد تک بلند ترین سطح پر ہے۔ یہ احسن تقویم کی شانِ بلند بحیثیت انسان دونوں صنفوں مرد اور عورت کو حاصل ہے۔ اپنے رتبہٗ بلند کے لحاظ سے انسان میں اور بھی کئی پہلوؤں سے انفرادیت، شان یکتائی اور صفات ربّانی کا عکس موجود ہے جو انسان کو حیوانات سے ممیّز کرتا ہے۔ یہ بات پہلی نظر میں قارئین کو کھٹکے گی کہ کہاں احسن تقویم کی شان کا حامل انسان اور کہاں......اس کا تقابل حیوانات سے۔ یہ عمل قیاس مع الفارق کی طرح کا عمل محسوس ہوتا ہے۔

ذرا گہرائی میں جا کر ٹھنڈے دل سے غور کریں تو آپ کا بھی دل گواہی دے گا کہ انسان روح اور جسد کے مجموعے کا نام ہے۔ جہاں روح ایک نہایت لطیف حقیقت ہے جبکہ جسد انسانی ایک ٹھوس اور مادی حقیقت............روح کا ادراک کرنے کے لئے خیال بلند، ذوق لطیف اور اعلیٰ کردار کی موجودگی ضروری ہے جبکہ جسد انسانی بنیادی انسانی جبلی تقاضوں کے احساس کے تحت لڑکپن میں ہی ایک حقیقت بن کر سامنے آتا ہے اور عقلی طور پر کمزور لوگ بھی اس سے غافل نہیں رہتے بلکہ جو لوگ رُوح کے لطیف احساس سے تہی دامن ہی رہتے ہیں وہ ساری توجہ اس جسد خاکی کے بناؤ سنگھار پر ہی صرف کر دیتے ہیں اور اس پہلو سے OVER EMPHASIS کرتے ہوئے راہِ اعتدال سے ہٹ جاتے ہیں۔

انسانوں میں سے ایک عظیم اکثریت ماحول کے زیر اثر 'روح' اور اس کے تقاضوں کی گرفت سے آزاد ہو کر ہی زندگی گزارتے ہیں اور یوں ان کی ساری توجہات کا مرکز اُن کا جسد خاکی ہی بن جاتا ہے۔ انسانوں کی اسی عظیم اکثریت کو عظمت انسانی کے ادراک اور حقیقت انسان کے شعور کے لئے 'حیوان' سے تقابل کر کے سمجھانا ہی مفید رہتا ہے اس عمل سے ہی اگر بعض سعید روحوں کو اپنے انسان اور اشرف المخلوقات ہونے کا احساس ہو جائے اور وہ صرف جسمانی اور حیوانی تقاضوں کی تکمیل سے بلند ہو کر اپنی روح کو تلاش کر کے 'دریافت' کر لیں تو یہ ساری سعی و جہد مثبت اور نتیجہ خیز بن سکتی ہے۔

انسان......محض حیوان نہیں ہے

انسان کو عالم حیوانات سے ممیّز کرنے والے چند اہم نکات حسب ذیل ہیں:

(1) **عقل** دنیا بھر کے ادب اور لٹریچر میں انسان کو حیوان عاقل کہا جاتا ہے۔ اگرچہ کمتر درجے کی ایک ناگزیر سطح کی عقل ہر حیوان کو عطا کی گئی ہے جو اسکے مخصوص جبلی افعال کو منظّم انداز میں بروئے کار لانے میں مدد دیتی ہے تاہم عقل انسانی اپنی کیفیت وکمیت دونوں اعتبار سے حیوانوں کی عقل سے بہت ممتاز ہے یہاں فرق QUALITATIVE بھی ہے اور QUANTITATIVE بھی۔ اس کی عام فہم مثال ایک کلکولیٹر سے دی جاسکتی ہے۔ ایک سادہ کلکولیٹر صرف جمع تفریق تقسیم کے افعال (FUNCTIONS) سرانجام دیتا ہے اس سے بہتر کلکولیٹر فی صد نکال سکتا ہے، یادداشت (MEMORY) رکھتا ہے اس سے بھی اوپر بعض کلکولیٹر مشکل سائنسی اعمال (SCIENTIFIC FUNCTIONS) بھی سرانجام دے سکتے ہیں۔ اسی طرح بعض کلکولیٹر ایک انتہائی لمبا حسابی عمل (PROGRAMME) بھی سرانجام دے سکتے ہیں یعنی ان کی ساخت PROGRAMMABLE ہوتی ہے بعض اس سے اوپر درجے کے اعلیٰ کمپیوٹر اور سپر کمپیوٹر بھی ہوسکتے ہیں۔

بعینہٖ......حیوانات میں بعض کی عقل انتہائی سادہ ہوتی ہے یہ عقل درجہ بدرجہ پیچیدہ ہوتی چلی جاتی ہے جبکہ انسانی دماغ اور تعقل (INTELLECT) بہت ہی سپر کمپیوٹرز کی طرح پر ایک نہایت بلند ترین مقام کا حامل ہے۔ گویا یہ بات صحیح ہے کہ حیوانی دماغ انسانی دماغ کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہے۔

(2) **نطق** (SPEECH) زمانہ قدیم سے انسانی مشاہدے کے مطابق انسان کو حیوان ناطق کہا جاتا ہے۔ یعنی حیوانات صرف چند آوازیں ہی نکال سکتے ہیں جبکہ انسان......تقریر وتحریر زبان کی باریکیاں، نثر ونظم، موسیقی، حسن صوت جیسے پیچیدہ اور بلند ترین سطح کے افعال کو سرانجام دے سکتا ہے۔ اسی ضمن LOGIC یا منطق اور اس کے اُصول بھی انسانی کلام کی شان کو بڑھاتے ہیں نطق یا SPEECH کی صلاحیت بھی انسانوں میں حیوانوں کے مقابلے نہایت اعلیٰ وارفع بھی ہے اور اس میں حسن معنوی کی بے شمار شانیں بھی پائی جاتی ہیں۔

(3) **شرم وحیا** حیوانات میں 'اختیار' نہیں ہے بلکہ وہ تمام افعال اپنی جبلتوں اور جبلی

تقاضوں کے تحت ہی سرانجام دیتے ہیں لہٰذا انہیں اپنی سرشت اور فطرت کے خلاف کچھ کرنے کا احساس گناہ بھی نہیں ہوتا مثلاً کچھ جانور چارہ کھاتے ہیں جیسے بھینس گائے اونٹ ہاتھی وغیرہ جبکہ کچھ جانور گوشت خور ہیں جیسے بلی کتا شیر وغیرہ اب یہ ان کی جبلت ہے اور اسی جبلت میں ہے وہ اس سے تجاوز کر کے اپنی سرشت کے خلاف گوشت یا چارہ نہیں کھا سکتے۔

اس کے برعکس انسان کے اندر ایک حیوان ہے اور جسد خاکی کے تقاضے حیوانی جبلتوں سے مشابہ ہیں مگر اس میں بھی حسن و کمال کی انتہا ہے کہ انسان کو معنوی طور پر اور عقلاً و اخلاقاً کچھ چیزوں اور کاموں سے منع کیا گیا ہے مگر بطور اشرف المخلوقات اور 'خلیفۃ اللہ فی الارض' یہ صلاحیت بھی بخشی گئی ہے کہ وہ چاہے تو ان چیزوں کو بھی استعمال کرتا ہے۔ آسمانی ہدایت میں شراب منع ہے مگر انسان پی لیتا ہے، سور کا گوشت حرام ہے مگر انسان استعمال کر لیتا ہے۔ اسی طرح اخلاقی سطح پر سود، رشوت، کم تولنا چوری کا مال وغیرہ حرام ہے تاہم انسان فیصلہ کر لے تو یہ امور بھی سرانجام دے سکتا ہے۔

اس اختیار کا ایک نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان کے باطن مین ایک 'احساس' اور 'ضمیر' ہے جو اُسے اس خلاف فطرت اور خلافِ جبلت کام پر منع کرتا ہے اور احساس گناہ یا GUILTY CONSCIENCE ہونے کا احساس فطرت انسانی میں ہے۔ گویا باطنی طور پر اس میں روح کے تقاضے اور اعلیٰ خلقت کی وجہ سے 'حیاء' کا مادہ پایا جاتا ہے جو ایک طرح کی باطنی اور روحانی زندگی ہے۔ 'حیا' کا لفظ بھی 'حیات' سے بنا ہے اور اس کے معنیٰ 'روح' کی زندگی کا احساس ہے۔ اگر روح زندہ ہوگی تو 'حیا' ہوگی گویا اندر سے کوئی چیز احساس گناہ دلائے گی نفس لوّامہ اندر سے احساس دلائے گا کہ یہ کام یا فعل یا سوچ انسان کی تخلیقی اور جبلی اُصولوں کے خلاف ہے اسی 'حیا' کے لفظ کے قریب فارسی میں شرم کا لفظ ہے۔

گویا...... جب تک انسان کی روح زندہ ہے اور انسان کو اپنے اندر روحانی تقاضوں کی پاسداری کا احساس ہے' انسان برائی کا ارتکاب کرتے ہوئے بھی فوراً متنبہ ہوگا اور 'نفس لوّامہ' کام کرے گا اور انسان کو اندرونی طور پر فطرت میں IN-BUILT یہ 'جذبہ حیا' برائی سے اجتناب اور توبہ پر آمادہ کرے گا۔ اور اگر روح مردہ ہو چکی ہے اور اس کی گرفت جسد خاکی پر ختم ہو چکی ہے تو

انسان غلطی کرے گا مگر باطنی طور پر کوئی قوت اسے اصلاح احوال یا غلطی کے احساس کی نشاندہی نہیں کرے گی اسی بات کو نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ نے واضح فرمایا ہے (اور یہ انہیں کا مقام و مرتبہ بھی تھا کہ واضح فرماتے تھے بلکہ ذمہ داری اور فرض منصبی کا تقاضا بھی تھا)

اِذَا لَمۡ تَسۡتَحۡیِ فَاصۡنَعۡ مَاشِئۡتَ (بخاری عن ابی مسعودؓ) 'جب تجھ میں حیا ختم ہو جائے تو جو چاہے کر' گویا 'حیا' اور شرم ہی ایسا باطنی داعیہ ہے جو روح کی زندگی کی علامت ہے اور انسان کو انسان بناتا ہے جبکہ 'حیا' اور شرم کا یہ جذبہ حیوانات میں ہے ہی نہیں۔ 'حیا' کا ہونا انسانی عظمت کی دلیل ہے اور شرف انسانی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ انسان کو خلیفہ بنانے کا جو خدائی منصوبہ تھا اس کا مظہر ہے کہ انسان جہاں اپنے رب کے کسی حکم کے خلاف جارہا ہو انسان کو اس کا باطنی احساس ہو جاتا ہے (یہ اختیار کہ خالق و مالک کی پسند و ناپسند کے خلاف بھی وہ کر سکتا ہے اُسی 'خلافت ارضی' کی شان کا مظہر ہی ہے۔)

اسی 'حیا' کے احساس سے یہ نتیجہ بھی برآمد ہونا عین منطقی ہے کہ ان خلاف ورزیوں کے بار بار ارتکاب اور احساس گناہ کے بوجھ کا حساب کب ہوگا اور کہاں ہوگا' بالعموم حیوانوں کا کوئی محاسبہ اور اخروی حساب نہیں ہے اس لئے کہ ان میں اختیار کی یہ صلاحیت (FACULTY) ہی ودیعت نہیں کی گئی کہ جس کا محاسبہ کیا جائے جبکہ انسان اسی 'حیا'، احساس گناہ اور نیکی و بدی کے تصورات کی وجہ سے اسی دنیا میں ممکن نہ سہی ایک دوسری زندگی میں ضرور جوابدہ ہے۔

حیا...... کا ایک پہلو یہ بھی ہے جو اوپر حدیث مبارکہ سے عیاں ہے کہ فطرتاً ہر انسان (مرد و عورت) میں یہ جذبہ ودیعت شدہ ہے ہر انسان کو روح عطا کی گئی ہے اس کی موجودگی کا احساس ہی باطنی زندگی اور 'حیا' ہے مگر یہ 'حیا' کا مادہ بعض برے رویوّں اور غلط کاموں یا منکرات پر اصرار کرنے اور توبہ نہ کرنے کی وجہ سے پہلے کمزور اور پھر بالکل ختم ہو جاتا ہے اور انسان بالکل 'بے حیا' ہو جاتا ہے۔ اعاذنا اللہ من ذالک......

(4) لباس حیوانیت (BEASTALITY) عریانیت، بے لباسی، بے حیائی اور بے شرمی پر مشتمل ہے۔ جبکہ انسان شرم و حیا کے وصف سے متصف ہے۔ پھر اُسے لباس کا احساس دے کر 'عریانیت' یا NUDITY سے بچایا گیا ہے جب تک انسان روح کے زیر اثر ہے اُسے

لباس کا احساس دامن گیر رہتا ہے اور یہی مقام انسانیت ہے۔ بعض لوگ 'روح' کا احساس نہیں کرتے تو وہ حیوانیت کی سطح پر گر جاتے ہیں تو آہستہ آہستہ (منطقی نتیجے کے طور پر) انسانوں کے اس طبقہ میں لباس کی اہمیت اور ضرورت نہیں رہتی بلکہ عریانیت کا احساس بھی ختم ہو جاتا ہے۔ آج کا مغرب اسی سطح تک گر چکا ہے اور شرف انسانی گنوا کر حیوانیت (BEASTALITY) کا نمونہ اور داعی بن کر سامنے آیا ہے اور بزعم خویش ساری دنیا اور پوری نسل انسانی کو اسی راہ پر لگانا چاہتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ مغرب کے اس شیطانی منصوبے سے انسانیت کو بچا لے آمین۔) لباس سے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:

> یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا یُّوَارِیۡ سَوۡاٰتِکُمۡ وَ رِیۡشًا وَ لِبَاسُ التَّقۡوٰی ذٰلِکَ خَیۡرٌ (26:07) ''اے بنی آدم ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے اور (تمہارے بدن کو) زینت دے اور جو پرہیزگاری کا لباس ہے وہ سب سے اچھا ہے''

گویا لباس (کا ایک درجہ) ناگزیر ہے اور تقویٰ ہے جبکہ ایک دوسرا درجہ زیب و زینت اور آرائش و جمال کا درجہ ہے۔ اس لباس کے احساس کے ساتھ ستر و حجاب کا تصور بھی ہے یعنی مرد و عورت کا گھریلو زندگی میں کم سے کم لباس اور خواتین کے لئے گھر سے باہر کا لباس۔

پھر فرمایا کہ شیطان اور اس کی ذریت صلبی اور معنوی (آج کا مغربی میڈیا اور صہیونیت) انسانیت کو بے لباس کر کے اس سے شرف انسانی چھین لینا چاہتی ہے۔ انسان کو حیوان بنانے کا اس سے زیادہ آسان شاید ہی کوئی نسخہ ہو کہ انسان میں لباس کی ضرورت و اہمیت کو ختم کر دیا جائے اور بے لباسی و عریانیت کو ایک مثبت قدر (POSITIVE VALUE) اور علامت (ICON) کے طور پر عام کر دیا جائے

(5) **رحمی رشتوں کا احساس** اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرما کر جب اُسے احسن تقویم کا مرتبہ دیا اور خلافت کے مقام پر فائز کیا ہے تو تخلیق انسانی کو معراج تک پہنچا دیا ہے۔ اس میں نفاست، مروّت، محبت اور گھریلو زندگی کی پاکیزگی کا احساس سمو دیا ہے۔ قریبی رحمی رشتوں کو ایک خاص درجہ دے دیا ہے۔ جہاں جنسی اختلاط ممنوع ہے۔ حیوانوں میں یہ احساس نہیں ہے۔ مرغی

بچوں کو پالتی ہے کھلاتی پلاتی ہے اور خطرات سے بچاتی ہے مگر بچے بڑے ہو جائیں تو ماں کا احساس ختم ہو جاتا ہے اسی طرح دوسرے جانوروں میں یہ احساس مفقود ہے اور وہ جوان ہو کر اپنے جنسی اختلاط میں ان رشتوں کا کوئی پاس یا لحاظ نہیں کرتے نہ انہیں اس بات کا شعور دیا گیا۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے یہ شعور بخشا ہے اور انسان میں فطری طور پر یہ احساس پایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بڑے واضح الفاظ میں اس کا تذکرہ کر دیا ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَ رَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَ حَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (23:04) ''تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو اور رضاعی بہنیں اور ساسیں حرام کر دی گئی ہیں اور جن عورتوں سے تم مباشرت کر چکے ہوں ان کی لڑکیاں جن کی تم پرورش کرتے ہو (وہ بھی تم پر حرام ہیں) ہاں اگر ان کے ساتھ مباشرت نہ کی ہو تو (ان کی لڑکیوں کے ساتھ نکاح کر لینے میں) تم پر کچھ گناہ نہیں۔ اور تمہارے صلبی بیٹوں کی عورتیں بھی۔ اور دو بہنوں کا اکٹھا کرنا بھی (حرام ہے) مگر جو ہو چکا (سو ہو چکا) بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

ان رحمی رشتوں کے احساس سے انسانی مزاج میں اور اس کے رہن سہن میں ایک خاص قسم کی پاکیزگی پیدا ہو جاتی ہے۔ گھر کا عام ماحول جہاں ماں باپ بچے (بیٹے، بیٹیاں) ہوتے ہیں وہاں ایک خاص حد تک جنسی معاملات کا تذکرہ نہیں ہوتا اور نہ ہی جنسی بھوک کے تحت جنس مخالف کو گھیر کر اپنی خواہش پوری کرنے کا احساس دامن گیر ہوتا ہے۔

انہیں رحمی رشتوں کے ساتھ اللہ نے رضاعی رشتے بھی جوڑ دیے ہیں۔ اس طرح سماجی

سطح پر معاشرہ ایک پرسکون اور پاکیزگی کا گہوارہ بن جاتا ہے اور وہ مطلوبہ اقدار فروغ پاتی ہیں جو انسان کی روحانی ترقی اور اُخروی فلاح کے لئے ناگزیر ہیں............ ہماری مراد ہے انسان میں ہمدردی، ایثار و قربانی، خدمت خلق اور دوسروں کے دکھ درد باٹنے کا جذبہ۔۔ یہ اقدار انسانیت ہی کا دوسرا نام ہیں۔

(6) **شعورِ ذات** حیوان اور انسان میں ویسے تو زمین و آسمان کا فرق ہے جب تک انسان واقعی انسان رہے...... مگر افسوس کہ اکثر انسان اپنے شرف انسانی کو گنوا دیتے ہیں۔ قرآن مجید کی گواہی موجود ہے کہ

وَ لَقَدۡ ذَرَاۡنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيۡرًا مِّنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا يَفۡقَهُوۡنَ بِهَا وَ لَهُمۡ اَعۡيُنٌ لَّا يُبۡصِرُوۡنَ بِهَا وَ لَهُمۡ اٰذَانٌ لَّا يَسۡمَعُوۡنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ (179:07) ''اور ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لیے پیدا کیے ہیں ان کے دل ہیں لیکن ان سے سوچتے نہیں' اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں' اور ان کے کان ہیں پر ان سے سنتے نہیں۔ یہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بھٹکے ہوئے''

اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار نہ لا کر صرف حیوانی تقاضوں کو زندگی کا نصب العین اور مطمع نظر بنالینا ہی حیوانیت ہے اور شرف انسانی سے محرومی۔

حیوان اور انسان میں نفسیاتی اعتبار سے یہ فرق ہے کہ حیوان جب کھاتا ہے پیتا ہے اور دوسرے تقاضے پورے کرتا ہے تو اُسے کھاتے پیتے وقت الگ سے ایک علیحدہ احساس نہیں ہوتا کہ وہ حیوان ہے اور وہ اس وقت کھا رہا ہے یا پی رہا ہے وغیرہ۔ جبکہ انسان میں تخلیقی اعتبار سے 'شعور ذات' کا احساس پایا جاتا ہے یعنی انسان جب کوئی کام کر رہا ہوتا ہے تو اُسے اپنی ذات کا علیحدہ ایک تصور ہوتا ہے کہ وہ اس وقت کھانا کھا رہا ہے یا پڑھ رہا ہے یا سونے جا رہا ہے یا گاڑی چلا رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔

انسان میں شعور ذات کا احساس اُسے اپنے معاملات پر غور کرنے اور اپنے اعمال و افعال کی نگہداشت کرنے کا سلیقہ سکھاتا ہے۔ اس شعور ذات کا تعلق بھی 'حیا' اور روح کے ساتھ

ہے جس سے انسان کو اپنے اعمال وافعال کے اچھے یا برے ہونے کا شعور ہوتا ہے اور گویا اس شعور کے نتیجے کے طور پر وہ اصلاح احوال کا داعیہ بھی رکھتا ہے۔ یہ شعور ذات جیسا کے آگے بیان ہوتا ہے دراصل اپنے رب اور خالق کے شعور کے ساتھ منسلک ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَاتَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

(19:59) ''اور ان لوگوں کی مانند نہ ہوجانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں اپنے آپ سے غافل کردیا یہی لوگ بدکار ہیں''۔

اپنے خالق کو بھلا دینا ہی انسان کا اپنی شناخت اور اپنی اعلیٰ خلقت کو بھلا دینا ہے اور اپنی روح کو بھلا دینا ہے جس سے انسان محض حیوان بن کر رہ جاتا ہے۔

(7) **شعورِ ربّ** رب کا لفظ اُردو میں بھی استعمال ہوتا ہے اور اس کے معنی پالنے والا کے کئے جاتے ہیں۔ وسائل اور اسباب کی دنیا میں انسان کو رزق کہاں سے ملتا ہے یہ معاملہ بھی اہم ہے تاہم اس حقیقت سے بھی آنکھیں بند نہیں کی جاسکتیں کہ مجموعی طور پر پوری کائنات میں وسائل رزق کون فراہم کررہا ہے۔ زمین و آسمان کا مالک اور تمام جہانوں کے ربّ کی 'ہستی' کا تصور فطرت انسانی میں ہے۔

آج سے ڈیڑھ صدی قبل دنیا کی آبادی بمشکل ایک ارب انسانوں پر مشتمل تھی۔ تاہم عام انسان زندگی کی سہولتوں سے محروم تھا وسائل رزق بھی محدود تھے۔ اس وقت انسانوں نے سوچا کہ آبادی میں اضافہ ہوگیا تو وسائل رزق کہاں سے آئیں گے آبادی کی افزائش تیز ہے اور وسائل میں اضافہ سست روی سے ہوتا ہے چنانچہ خاندانی منصوبہ بندی، دو بچے خوشحال گھرانہ اور آبادی کو کنٹرول کرنے کے منصوبے بنے، انسان مستقبل کے وسائل رزق سے غافل تھا۔ آج آبادی ساڑھے چھ ارب سے متجاوز ہے، صنعتی انقلاب کے دور میں مشینی زراعت سے وسائل رزق میں بے پناہ اضافہ ہوگیا۔ آج کا عام انسان ڈیڑھ صدی قبل کے عام انسان سے زیادہ آسودہ حالی کی زندگی گزار رہا ہے اور اُسے زیادہ نعمتیں میسرّ ہیں۔ ضرورت بڑھی تو 'ربّ' نے پٹرول تک انسان کو رسائی دے دی، قدرتی گیس کے خزانے اُبل پڑے، یہ پٹرول اور گیس انسان نے نہیں بنائے ہیں صرف دریافت (DISCOVER) کیے ہیں یہ 'ربّ' کی ذات بابرکات ہے جو تمام انسانوں کا خالق

بھی ہے وہ جانتا کہ اپنی مخلوق کو کب اور کس طرح رزق کے کون کون سے وسائل فراہم کرنے ہیں۔

اس ہستی کا ایک ادراک بھی انسان کے شعور میں ہے اور مرنے کے بعد قبر میں پہلا سوال یہی ہوگا کہ 'مَــنْ ربُّكَ' تیرا رب کون ہے؟۔ اگر چہ آج کے اس فتنۂ دجال کے دور میں احادیث کے عین مطابق مغربی طاقتیں ہی 'ربّ' ہونے اور وسائل رزق کی من مانی تقسیم کی دعویدار ہیں۔ یہ دھوکہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ آج صہیونیت اور مغربی اقوام ترقی کر کے اس دعویٰ تک پہنچی ہیں تو چند صدیاں قبل کون 'ربّ' تھا۔ ہزار سال قبل کون 'ربّ' تھا۔ فراعنہ مصر بھی اپنے وقت میں مصر کی حد تک ربّ ہونے کے (جھوٹے) دعویدار تھے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اس دور میں مصر سے باہر باقی دنیا کو کون رزق کی منصوبہ بندی کر کے دے رہا تھا۔ حقیقت یہی ہے کہ ایک ہستی ہے جس نے یہ کائنات بنائی ہے اور انسانوں کو پیدا کیا ہے وہی اس تمام کائنات کا 'ربّ' اور تربیت و ربوبیت کرنے والا بھی ہے۔ ہر انسان کا ایک باطنی احساس اس کا ثبوت ہے۔

(8) **پیدا کرنیوالے کا شعور** 'ربّ' کا شعور اور احساس بچے کو پیدائش کے بعد جلد ہی ہو جاتا ہے اور انسانی ذہن اپنے شعور کی وسعت اور عمر کے ساتھ ساتھ تجربے سے والدین، رشتہ دار، کنبہ، قبیلہ، ملک، وطن، انسانیت سے گزر کر پوری کائنات ربّ (مالک) تک پہنچ جاتا ہے...... تاہم انسان کو اپنے خالق کا شعور کہ مجھے کس نے پیدا کیا ہے؟ اور کیوں پیدا کیا ہے؟ اور میرا اس سے اب تعلق کیا ہے؟ میرا اس سے رویہ کیسا ہونا چاہئے؟ یہ احساس بلوغت کے بعد ہی جڑ پکڑتا ہے۔ شادی کے بعد اگر صحیح انداز اور صحیح رُخ پر غور وفکر جاری رہے تو انسان کائنات کے خالق اور اپنے خالق کی معرفت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اپنے خالق حقیقی کا تو ادنیٰ احساس انسان کے باطن اور قلب میں وجدانی طور پر (INTUTIONALLY) موجود ہے اور اگر انسان بالکل ہی حیوان نہ بن گیا ہو تو......انسان اپنے آپ کو کائنات میں کسی عظیم ہستی کا نمائندہ اور کسی مہتمم بالشان 'حی' اور 'قیوم' ہستی کا بھیجا ہوا تصور کر کے ایک گونہ باطنی سرور اور اطمینان حاصل کر لیتا ہے۔ یہی خالق کی ہستی کا شعور انسان کو......کائنات کی عظیم و کبیر خالق و رب ہستی سے متعارف کرا دیتا ہے جو جمال و کمال کی تمام صفات سے متصف ہے جو انسان کا منتہائے نظر ہے اور جس کی ہر 'انسان' کی بے چین روح 'عہد الست' کے وقت سے آج تک متلاشی رہتی ہے یہی......الٰہ کا تصور

ہے اور......توحید کا پہلا زینہ کہ انسان یہ اقرار کرے کہ 'اللہ' کے سوا کوئی اور الہٰ نہیں ہے۔

(9) **حسب ونسب کا شعور** شعور ذات کے بعد انسان کو اپنی انفرادیت کی جستجو......اپنے حسب ونسب اور اپنے آج تک کے سفر کی سوچ کی طرف لے جاتی ہے۔ میرا حسب ونسب کیا ہے، یہ میرا والد کون ہے، میرا خاندان کیا ہے؟ یہ احساس جانوروں کو از خود نہیں ہے۔ انسان بعض اعلیٰ قسم کے گھوڑوں اور کتوں کی نسل کا حساب رکھتا ہے تاہم جانوروں اور حیوانوں کو اس کا شعور نہیں ہے۔ انسان اس پہلو سے بھی حیوان سے بہت ممیّز اور اعلیٰ وارفع مقام پر کھڑا ہے وہ اپنے حسب ونسب کا جاننا ضروری سمجھتا ہے اور اس میں پاکیزگی اور یکتائی کا تصور رکھتا ہے یہ چیز انسان کے شرف میں بے پناہ اضافہ کر دیتی ہے۔

(10) مرد اور عورت کا نکاح......ایک پروقار تقریب......ایک یادگار مرحلہ

حیوانوں کی بلوغت اور جنسی اختلاط کے آغاز کا مرحلہ کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔ جبکہ انسانوں کی معلوم تاریخ میں یہ مرحلہ نہایت اہم رہا ہے اور آثار وشواہد اس بات کا ثبوت ہیں کہ انسان کے شعور ذات میں اس کا بڑا مقام ہے۔ ایک لحاظ سے اس وسیع کائنات میں ہر مرد اور عورت کا یہ حق بھی ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح ہر انسان کو دنیا میں زندہ رہنے کا حق ہے جو اس سے کوئی جبراً بھی چھین نہیں سکتا۔

دنیا بھر کی تاریخ اور تمام مہذّب معاشروں کا تاریخی ریکارڈ اس بات پر گواہ ہے کہ جانوروں کے بالکل برعکس انسانوں نے ہمیشہ ہر نوجوان مرد اور عورت کو زندگی کے اس خاص موقع پر اجتماعی طور پر پر امن، مہذب، باوقار اور یادگار انداز میں......آگے بڑھایا ہے اور زندگی کے اس بالکل نئے اور اچھوتے دور میں والدین اور تجربہ کار و ہمدرد رشتہ داروں کی دعاؤں اور نیک تمناؤں کے ساتھ داخل ہونے کو ہی اجتماعی کامیابی سمجھا ہے۔

آج کی مغربی دنیا میں (اور ماضی کے کئی گرے ہوئے سماج اور شیطانی سوچ کے حامل معاشروں میں بھی) نوجوانوں کی زندگی کا یہ مرحلہ...... بڑا گھناؤنا، بے رحم اور مجرمانہ پس منظر رکھتا ہے۔ ہر مہذب اور باشعور انسان آج بھی دو مختلف انتہاؤں پر موجود مثالوں کو سامنے لا کر تقابل کر کے اپنے لئے 'باعزت' اور 'باوقار' راستے کا خود انتخاب کر سکتا ہے۔

اگر انسان کا باطن مسخ نہیں ہو گیا ہے تو ذرا............سوچیے کہ:

ایک نوجوان مرد اور ایک نوجوان عورت کے باہم اختلاط کا ایک انداز مغربی ہے، روشن خیالی اور لبرل ازم پر مبنی ہے اور ایسی مثالیں ہر معاشرے میں موجود ہیں کہ: کہیں کسی آبادی، پارک یا چھپنے کی جگہ پر کوئی مرد اور عورت ناشائستہ حالت میں ہوں تو معاشرہ میں لوگوں کا ردّعمل شدید ہوتا ہے وہ جوڑا اپنے مجرمانہ فعل کی وجہ سے GUILTY CONSCIENCE ہوتا ہے اور بچاؤ کے لئے چھپنے کی کوشش کرتا ہے۔ بھاگتا ہے تو لوگ نوجوان بچے بوڑھے لاٹھیاں لئے ان کا تعاقب کرتے ہیں بعض اوقات پولیس آجاتی ہے گرفتاری ہوتی ہے۔ بے عزتی، لوگوں کی نگاہوں میں گر جانا، شرمندگی، والدین اور رشتہ داروں سے آنکھیں نہ ملا سکنا اضافی طور پر سامنے آتا ہے۔ بعض اوقات قتل تک نوبت آجاتی ہے۔

دوسرا منظر مہذب معاشروں اور روایتی سماج کا ہے اور دنیا کے گوشے گوشے میں ایسا ہی ہے ہر مذہب کے پیروکار کم وبیش اسی طرح کرتے ہیں کہ: ایک نوجوان مرد اور عورت کی پہلے منگنی ہوتی ہے، ماں باپ خوشی کا اظہار کرتے ہیں شادی کی تاریخ طے ہوتی ہے، رشتہ داروں میں کارڈ بانٹے جاتے ہیں تیاریاں ہوتی ہیں لڑکے والے لڑکی والے خوش خوش اس دن کا انتظار کرتے ہیں، رشتہ دار جمع ہوتے ہیں تقریب منعقد ہوتی ہے نکاح ہوتا ہے۔ شب بسری کے لئے سہاگ رات ہر مرد اور عورت کا سہانا خواب ہوتا ہے۔

ماں باپ رشتہ دار بہنیں خوشی کے گیت گاتی ہے دعاؤں کے ساتھ شب باشی کے کمرے میں دلہن اور دولہا کو داخل کیا جاتا ہے نئی زندگی کا آغاز ہوتا ہے اور نئی زندگی کے تجربات کا والدین اور رشتہ داروں کے مشوروں سے سوچ سمجھ کر مواجہہ ہوتا ہے اور زندگی پر امن طریقے پر آگے بڑھتی رہتی ہے حتیٰ کہ بچے ہوتے ہیں والدین رشتہ دار سب خوش ہوتے ہیں مبارکبادیں دی جاتی ہیں۔

یہ دو منظر انسان کے سامنے ہیں کوئی بھی انصاف پسند اور منصف مزاج انسان خود دیکھ لے کہ کونسا طریقہ معاشرے کی نوجوان نسل کے لئے کار آمد اور مفید ہے۔ پہلا طریقہ بے راہ روی، روشن خیالی، لبرل ازم، مادر پدر آزادی اور جدیدّیت کا ہے جبکہ دوسرا انداز وقار، شائستگی، مذہب، دین، خدا پرستی، ایک دوسرے کا احترام اور حقوق کی ادائیگی کے ساتھ انسان کی فطری ذمہ

داریوں کے بطریق احسن ادائیگی کا ہے جہاں نسل نو کے نوخیز بچے پرسکون ماحول میں پرورش پاتے اور خداپرست خداشناس بن کر اُٹھتے ہیں اور انسانیت کا نمونہ ہوتے ہیں۔خدا کے محبوب اور انسان دوست ہوتے ہیں۔

خالق کائنات کا بتایا ہوا طریقہ دوسرا طریقہ ہے اور یہی انسانی جبلتوں، داعیوں، باطنی شعور، ضمیر، روحانی سکون اور معاشرتی اصلاح کا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا شعور عطا فرمائے آمین۔

بیٹیاں پھول ہیں

پھول جب شاخ سے کٹتا ہے بکھر جاتا ہے
پتیاں سوکھتی ہیں ٹوٹ کے اُڑ جاتی ہیں
بیٹیاں پھول ہیں
ماں باپ کی شاخوں پر جنم لیتی ہیں
ماں کی آنکھوں کی چمک بنتی ہیں
باپ کے دل کا سکوں ہوتی ہیں
گھر کو جنت سا بنا دیتی ہیں
ہر قدم پیار بچھا دیتی ہے
جب بچھڑنے کی گھڑی آتی ہے
ایک گھر میں تو اُترتی ہے اُداسی لیکن
دوسرے گھر کے سنورنے کا یقین ہوتا ہے
بیٹیاں پھول ہیں
اِک شاخ سے کٹتی ہیں مگر
سوکھتی ہیں نہ کبھی ٹوٹتی ہیں
اِک نئی شاخ پہ کچھ اور نئے پھول کھلا دیتی ہیں

باب دوم

آسمانی ہدایت کی روشنی میں

عورت کا مقامِ رفیع

☆ **وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ**

سب کی بڑی اماں......حضرت حوّا سلام علیہا ......مرد اور عورت ......کی بنیاد پر اربوں انسانوں میں رنگا رنگی اور شناخت......عورت......بچوں کی تربیت کی ضامن......عورت......قوم کے خوشگوار مستقبل کی ضامن......عورت کے ہاتھ قوم کا مستقبل......مرد کے ہاتھ قوم کا حال

☆ **مردانگی......اور......نسوانیت**

مردانگی کیا ہے؟____نسوانیت

☆ **عورت کی مختلف شانیں**

ماں......بہن......شریک حیات......بیٹی

وجودِ زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ

گزشتہ صفحات میں یہ بات آچکی ہے کہ کائنات میں سب سے اعلیٰ مقام و مرتبہ حضرت انسان کا ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کی صفاتِ حسن وکمال اور جلال و جمال کا حسین ترین مرقّع ہے پھر انسان منفرد تخلیق ہے کہ عالم امر اور عالم خلق کا مجموعہ ہے یعنی روح اور جسد کا مرکب ہے پھر انسان خلیفۃ اللہ فی الارض کے مقام ارفع پر فائز ہے اور انسان حیوانات سے دس خصوصیات کی وجہ سے بہت ممتاز اور بلند ہے۔

اس شرف انسانی میں انسان بحیثیت مرد اور انسان بحیثیت عورت دونوں شامل ہیں۔ اسی انسان کی سرشت میں فاطر فطرت اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی اور مقام نبوت کی شان بھی ہے، مقام صدیقیت وشہادت کے تقاضے بھی ہیں اور عام صالحیت کا خمیر بھی انسان کی سرشت میں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت کا منصب جلیلہ صرف مردوں کے لئے رکھا ہے اور عورتوں کو اس مقام پر فائز نہیں فرمایا اس کی بے شمار حکمتیں ہوں گے جن میں کچھ عقل میں آجاتی ہیں اور کچھ سمجھ سے بالاتر ہیں تاہم اتنی بات برملا کہی جاسکتی ہے اور خواتین کے عزوشرف کو چار چاند لگا دینے کے لئے کافی ہے کہ جتنے عظیم انسان دنیا میں آئے ہیں چاہے وہ نبوت ورسالت کے مقام ارفع پر فائز ہوں، سپہ سالار، بادشاد، حاکم، حکیم، مدبر، فلسفی اور صدیق وشہید ہوں سب کی زندگی میں والدہ کی تربیت کا بہت بڑا حصہ شامل ہے۔

یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ ہر عظیم مرد کی کامیابیوں کے پیچھے ایک عظیم ماں ایک عظیم بہن ایک عظیم بیوی کا ہاتھ ضرور ہوتا ہے۔ اس پہلو سے خواتین کا مقام و مرتبہ کسی طور

پر بھی مردوں سے کم نہیں کہ انہیں کی تربیت کا کمال تھا کہ انبیاء کرام، صدیق اور شہید اپنے اعلیٰ مراتب کے شایانِ شان انسانی رویوں کا مظاہرہ کر سکے۔

سب کی بڑی اماں......حضرت حوّا سلام علیہا

قرآن مجید میں تخلیق کائنات کے ضمن میں بہت مختصر اشارے ہیں۔اس اختصار سے ایک طرف اہل علم و دانش ان قرائن سے بھی پوری تصویر بنا لیتے ہیں اور اس تصویر میں اپنے خیالات سے رنگ بھر دیتے ہیں۔ یہ تخیل کی بلندی بہت سارے مسائل کو حل کر دیتی ہے یہ گویا انسانی صلاحیتوں پر بھرپور اعتماد کا مظہر ہے جبکہ بعض اوقات قدرت کا یہی اختصار......کائنات کو سمجھنے میں ایک رکاوٹ(BARRIER) بن جاتا ہے۔بقول اقبال

گاہ میری نگاہِ تیز چیر گئی دلِ وجود
گاہ الجھ کے رہ گئی بت کدۂ تصورات میں

اس صورت حال میں سب سے پہلا تاثر (IMPRESSION) تو یہی ابھرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو اتنا ہی 'علم' عطا فرمانا چاہتے ہیں جتنا ان اشاروں میں ممکن بنا دیا ہے مزید تفصیلات انسان کے لئے مفید مطلب نہیں ہیں۔

اسی قسم کے مشکل اُمور میں سے ایک مسئلہ حضرت حوا سلام علیہا کی تخلیق کا معاملہ ہے۔ قرآن پاک میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا واقعہ سات مرتبہ آیا ہے اور اس طرح کافی تفصیلات سامنے آ گئیں ہیں۔'اشیاء کا علم' اور 'مسجود وملائک' ہونے تک صرف حضرت آدم علیہ السلام کا ہی تذکرہ ہے۔اس کے بعد یکا یک ارشاد ہوتا ہے کہ:

وَ قُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ O (35-02)

''اور ہم نے کہا کہ اے آدم (علیہ السلام) تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو اور جہاں سے چاہو بے روک ٹوک کھاؤ (پیو) لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا نیں تو ظالموں میں (داخل) ہو جاؤ گے''

یہاں حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ساتھ حضرت حوا سلام علیہا کا ذکر خیر آ جاتا ہے۔

سورۃ النساء کی پہلی آیت میں اس پر مزید روشنی پڑتی ہے:

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَ بَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَ الْاَرْحَامِ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا O (04-01) ''اے بنی آدم! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اوّل) اس سے اس کا جوڑا بنایا پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیے اور اس اللہ، جس کا تم آپس میں واسطہ دیتے ہوئے سے ڈرو اور رحمی رشتوں (کی عدمِ پاسداری) سے (بچو) کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے''

غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ پہلے انسانی وجود (نفس واحد) سے اس کا جوڑا کیسے وجود میں آ گیا قرآن پاک اس قضیئے کی تفصیلات نہیں دیتا۔ خاموشی ہے۔ احادیث میں بھی اس مسئلے پر کوئی زیادہ بحث نہیں ہے۔ سائنس بھی اپنی پوری شان و شوکت کے باوجود اس مسئلے پر روشنی ڈالنے سے قاصر ہے۔ یہ صرف انسان کا معاملہ نہیں ہے بلکہ عالم حیوانات کی ہر نوع کا معاملہ ہے۔

احادیث مبارکہ میں حضرت محمد ﷺ نے صرف اتنی رہنمائی فرمائی ہے کہ عورت مرد کی پسلی سے پیدا کی گئی...... گویا ایک برابری اور مساوات کا احساس ہے۔ یہ احساس آسمانی ہدایت کی اساسی تعلیمات میں بہت اہم ہے۔

مرد اور عورت...... کی بنیاد پر اربوں انسانوں میں رنگا رنگی اور شناخت

قارئین ذرا غور فرمائیں اس وقت دنیا کی آبادی 650 کروڑ انسان ہے اس میں قدرت نے توازن رکھا ہے اور انسانی آبادی میں عورتوں مردوں کا تناسب 51% اور 49% کے درمیان تبدیل ہوتا رہتا ہے تاکہ مردوں کی کثرت یا عورتوں کی کثرت سے سماجی مسائل لاینحل نہ ہو جائیں۔ انسانوں کے اس بہت بڑے گروہ میں (اور اس میں جو انسان فوت ہو چکے ہیں یا ابھی آنے والے ہیں قیامت تک سب شامل کر لیں) ہر انسان کی ایک الگ شناخت ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر انسان کے معاملات کی الگ الگ نگرانی ہے۔

اس پہلو سے بھی جتنا غور کریں اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی خلاّقی، قدرت، ریاضیاتی شان نظر

آتی ہےاوراعلیٰ ریاضی کااطلاقی شعبہ روبعمل نظرآتا ہے۔

دنیا میں آج سے نصف صدی قبل تک حساب کتاب کا ایک پرانا نظام رائج تھا، چھٹانک، سیر، من، روپے، سولہ آنے وغیرہ۔ یہ برطانوی نظام تھااور دیگر نظام بھی مختلف تصورات پرکام کرتے تھے، عالمگیریت آئی تو اس نظام کواعشاری نظام میں بدل دیا گیااب یہ نظام 10 کے ہندسے کے حساب سے چلتا ہے۔ 10 گرام، 100 گرام، 1000 گرام، ایک کلو، 10 کلو، 100 کلو، 1000 کلو، ایک ٹن ہوتا ہے۔اسی طرح حجم اور لمبائی کی پیمائش کا نظام ہےاوراس نظام کی تاحال افادیت ہے مستقبل کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ کب بدلنا پڑ جائے۔

بعینہٖ اسی طرح جب کمپیوٹر کی ایجاد ہوئی تو کمپیوٹر میں DATA فیڈ کرنے کے لئے ایک 'زبان' ایجاد کرنی پڑی یکسانیت کے لئے کچھ اُصول وضوابط سامنے آگئے۔ ریاضی کی اصطلاح یہ ثنوی نظام (BIANARY SYSTEM) ہے جس کی بنیاد پر کمپیوٹر کی تمام معلومات UPLOAD کی جاتی ہیں دیکھی جاتی ہیں پڑھی جاتی ہیں اور DOWNLOAD کی جاتی ہیں۔ یہ BIANARY نظام دو علامات 0 (ZERO) اور 1 (ONE) پر مشتمل ہے اسی سے ساری گنتی، ہندسے، رقمیں، الفاظ، عبارات اور تصویریں بن جاتی ہیں۔ آپ کبھی کمپیوٹر پر کسی تحریر اور ٹائپ شدہ چیز کی FORMAT کو چیک کریں یا اس کی تفصیلات میں جائیں تو آپ کو کسی چھوٹی سی عبارت کی تفصیل کا ایک طویل صفحہ ملے گا جو صرف '0' اور '1' کی مختلف ترتیب پر مشتمل ہوگا۔اسی سے انسانی ذہن نے کمپیوٹر کی بڑی وسیع اور مفید معلوماتی حیثیت بنادی ہے۔

فاطر فطرت نے انسانوں کے اس بے کراں سمندر میں بھی صرف مرد و زن کی دوشناختوں سے ارب ہاارب انسان بنادیے ہیں۔ قیامت کے دن کا تصور کریں جہاں اوّلین اور آخرین سب انسان جمع ہوں گے سب کی ایک شناخت ہوگی جس سے اس کو پکارا جائے گا اس کا ریکارڈ پیش ہوگا اور محاسبہ ہوگا...... جنت یا دوزخ کا فیصلہ ہو جائے گا۔ یہ صورت حال انسان کو عورت اور مرد کے فرق کے ساتھ تخلیق کرنے کی عالیشان کاریگری اور ایک عظیم سے عظیم تر ریاضی دان INTELLECT کی طرف اشارہ کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کی رنگ رنگی اور لامتناہی شانوں کی نشاندہی کرتی ہے۔

عورت......بچوں کی تربیت کی ضامن

آسمانی ہدایت اور انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات کے مطابق عورت گھر میں بچوں کی تربیت کی ذمہ دار ہے۔ کسی گھر کا معیارِ زندگی کیا ہوگا اور گھر میں کون کون سی سہولیات اور جدید سامانِ تعیّش (MODREN COMFORTS) موجود ہوں گی وہ یقیناً مرد کی آمدنی پر منحصر ہے مگر بچوں کی تربیت ونگہداشت خاتونِ خانہ ہی کی ذمہ داری ہے۔ بچوں کا اخلاق و کردار، اچھے رویے، اچھا برتاؤ، لوگوں سے میل وجول میں گرمجوشی، سرگرمی، مسکراہٹ، دلجوئی، ایثار وقربانی، ہمدردی کے جذبات یہ ماں کی تربیت سے ہی سامنے آتے ہیں۔

عورت......قوم کے خوشگوار مستقبل کی ضامن

سماجی سطح پر کہا جاتا ہے کہ آج کا بچہ کل کا باپ ہے یعنی 25-30 سال بعد وہ معاشرے میں اپنی ذمہ داریاں سنبھال کر ادا کر رہا ہوگا اسی طرح آج کی بچی کل کی ماں ہے۔ کسی قوم کے خوشگوار تاریخی ورثہ تہذیب وثقافت کا نئی نسلوں میں منتقل ہونے کی اہم ذمہ داری عورت کے کاندھوں پر ہوتی ہے۔ آج کی ماں اپنی بچی کی صحیح رُخ پر اور اپنی مذہبی روایات اور آسمانی ہدایت کے مطابق تربیت کرے گی تو وہ کل جوان ہوکر اپنی ذمہ داریاں بطریق احسن سرانجام دے رہی ہوگی اور اسی طرح وہ اگلی نسل کو تہذیبی وثقافتی اسلامی ورثہ منتقل کر سکے گی۔ علی ہذا القیاس یہ تسلسل کتنی کامیابی سے اور کتنی نسلوں تک بلاانقطاع چلتا ہے اس کا انحصار خواتین پر ہے کہ ان کو اپنے کام کرنے کے لئے کس طرح کا ماحول میسر آیا ہے اور وہ اپنے فرائض منصبی کتنی خوش اسلوبی اور یکسوئی سے ادا کر رہی ہیں۔

عورت......کے ہاتھ قوم کا مستقبل مرد......کے ہاتھ قوم کا حال

افراد کی طرح قوموں کا بھی مستقبل ہوتا ہے قومیں زوال پذیر ہوجاتی ہیں، قومیں ترقی کر کے بام عروج تک بھی پہنچ جاتی ہیں، قومیں سوجاتی ہیں اور قومیں بیدار بھی ہوجاتی ہیں، قومیں مردہ بھی ہوجاتی ہیں اور مردہ قومیں زندہ بھی ہوجاتی ہیں۔ آج کوئی قوم کس حال میں ہے اور وہی قوم کل کس حال میں ہوگی اس کا انحصار مجموعی طور پر تو قوم کے افراد پر ہی ہے اور بقول علامہ اقبال

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر ہر فرد ہے ملت کے مقدّر کا ستارا

تاہم ......آسمانی ہدایت میں جو ذمہ داریاں مردوں کی بتائی گئی ہیں اور جو فرائض عورتوں کو دیے گئے ہیں وہ الگ الگ ہیں۔ عورتوں اور مردوں کا دائرہ کار بھی الگ الگ ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ اجتماعی اور قومی سطح پر دیکھیں تو مردوں کی نگاہ میں قوم کے 'حال' کے معاملات زیادہ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں جبکہ خواتین کے ہاتھ میں کسی قوم کا مستقبل ہوتا ہے۔

آج کوئی قوم ترقی کے کس خاص مرحلے پر ہے اور کس خاص زینے پر کھڑی ہے کل وہ قوم اوپر کی طرف جائے گی یا تنزلی کی طرف جائے گی اس بات کا انحصار اس قوم کی ماؤں اور خواتین پر ہے۔ اس لئے کہ کل 30 سال بعد وہ بچے بڑے ہو کر ملکی و قومی معاملات کی باگ دوڑ سنبھالیں گے اور اہم عہدوں پر براجمان ہوں گے وہ آج قوم کی ماؤں کی گود میں کھیلتے ہیں۔ مائیں ان کی جس طرح کی تربیت کریں گی اور جس طرح مشکل حالات کا مقابلہ کرنا سکھائیں گی اور بلند حوصلہ، تحمل برداشت، مسلسل محنت، ناکامیوں پر ہمت نہ ہارنا، کامیابیوں پر نہ اترانا، چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کا ادب جیسے رویوں اور جذبات کو پروان چڑھائیں گی تو اسی طرح کے رویے عملی طور پر قوم کا مزاج اور ذوق بن کر اگلی نسل میں سامنے آجائیں گے اور اگر کسی قوم کی مائیں کسی خاص وقت میں......اپنی نئی پود پر توجہ نہیں کریں گی ان کو اعلیٰ اقدار اور بلند کرداری کے زیور سے آراستہ نہیں کریں گی بلکہ...... بزدلی، لالچ، خودغرضی، ضد، جھوٹ، دھوکہ، بدعہدی، بددیانتی جیسے رویے سکھادیں گی تو اگلی نسل میں وہ قوم انہیں گھٹیا اقدار کا مرقّع نظر آئے گی۔

لہٰذا اجتماعی سطح پر یہ بات بہت اہم ہے کہ کسی قوم، کسی معاشرہ اور کسی تہذیب و تمدن کا مستقبل عورت کے ہاتھ میں ہے۔ پچھلی صدی میں ہٹلر نے کہا تھا کہ ''تم مجھے اچھی مائیں دے دو میں تمہیں اچھی قوم دوں گا''۔ مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ اچھی مائیں بازاروں اور گلیوں میں نہیں ملتیں بلکہ اچھی مائیں......اچھے نظریات کی بنیاد پر سامنے آتی ہیں اور آسمانی ہدایت کی بنیاد پر وجود میں آتی ہیں۔ گویا اچھی قوم کے لئے اچھی مائیں ضروری ہیں اور اعلیٰ ماؤں کے لئے حیوانی سوچ سے بہت بلند انسانی سطح کے اعلیٰ نظریات و خیالات درکار ہیں جو صرف اور صرف آسمانی ہدایت کی بنیاد پر ہی وجود میں آتے ہیں۔ اچھی ماؤں کے کردار کے یہ عناصر لازمی اور ناگزیر ہیں۔

مردانگی......اور......نسوانیت

مرداورعورت میں بحیثیت انسان بہت سے داعیات مشترک ہیں وہ پہلے بیان ہو چکے ہیں یہاں ہم مرداورعورت کے درمیان نفسیاتی، جذباتی اور عملی اعتبارات سے فرق کونمایاں کریں گے۔مردانگی کے اوصاف کا بیان مختصر رہے گا جبکہ ''حقوق نسواں نمبر'' کی مناسبت سے 'عورت' کی مختلف شانوں کوزیادہ اجاگر کیا جائے گا۔

مرداورعورت دونوں ہی اللہ کی خلاّقی کا مظہر ہیں اوراس ذات بابرکات کے اسماء حسنیٰ اور صفات حسن و جمال کا پرتو ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کچھ شانیں مرد میں نمایاں ہیں تو بعض لطیف شانیں 'عورت' کی صورت میں 'امر' کردی گئی ہیں۔

مردانگی......کیا ہے؟

1۔رعب وجلال مرد(MALE) کی صفات میں سب سے پہلا وصف 'وجاہت' ہے یعنی رعب وجلال، چہرہ اورجسم کی مضبوطی۔اور یہ چیز اللہ تعالیٰ نے عالم حیوانات میں بھی رکھ دی ہے۔مرغ کودیکھیں (وہ روایتی مرغ جوگھروں میں پالے جاتے تھے)اس کے سر پرایک طرح کا تاج ہے۔ شیر(نر) کودیکھیں اس کی وجاہت شیرنی (مادہ) کے مقابلے میں ہیبت،رعب اور جلال کا مظہر ہے۔

2۔صداقت انسان کا کم ازکم اپنی قوم کے ساتھ مخلص اوروفادار ہونا سچائی کے ساتھ اس کے معاملات کو چلانا۔

3۔عدل وانصاف پرقائم رہنا خودبھی منصف مزاج ہونا اور دوسروں کے ساتھ بھی انصاف کرنا۔انصاف کا اہتمام کرنااوراس کا قائم کرنااوراس میں مستقل مزاجی دکھانا۔

4۔شجاعت میدان(OUT DOOR)اورجنگوں کے معاملات میں حالات سے نہ گھبرانااورڈٹ کرمقابلہ کرنا شکست وفتح توایک شے ہے اپنے مشن اور مقصد کی خاطرآخری وقت تک لڑنا۔دوسروں کوان کاحق دینا۔چھوٹوں کوزندگی میں آگے بڑھنے کے مواقع دینا بھی اعلیٰ ظرفی کے تحت آتا ہے جوشجاعت ہی کی ایک شان ہے۔

5۔انتظامی صلاحیتیں اللہ تعالیٰ نے انسان پر'خلیفۃ اللہ فی الارض' کی ذمہ داری ڈالی ہے تو

اللہ کا نائب بن کر دنیا میں وسیع سلطنتوں کی ذمہ داری اُٹھا لینا اوران کو چلانا...... یہ کام ایک خاص قسم کی منصوبہ بندی، جزئیات طے کرنے ، انتظامی ڈھانچہ نگرانی اور مطلوبہ نتائج کی فراہمی کو یقینی بنانے کا متقاضی ہے۔اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے مردوں میں یہ صلاحیت رکھی ہے اور تاریخ انسانی اس بات پر شاہد عادل ہے کہ دنیا میں بڑی بڑی سلطنتیں قائم ہوئیں اور بعض حکمرانوں نے نہایت سلیقہ سے ان کو چلایا۔ اگر چہ یہ کام ایک قسم کا دردِ سر بھی ہے اور دنیا میں عزت ووقار کا باعث ہونے کی وجہ سے سرور اور نشہ بھی ہے۔ مگر اس کے ساتھ انسان کا اللہ کی بندگی کا اہتمام کرنا اور خود بھی اللہ کا بندہ بن کر رہنا......اس سے کہیں زیادہ مشکل کام ہے۔ بقول اقبال

؎ خدائی اہتمامِ خشک وتر ہے   خداوندا خدائی دردِ سر ہے
ولیکن...... بندگی استغفر اللہ،   دردِ سر نہیں دردِ جگر ہے

6۔ دور بینی اور دور اندیشی   اجتماعی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے آج بیٹھ کر آنے والے وقتوں کا منصوبہ بندی کرنا اور 30 سال، 50 سال، 100 سال بعد کے حالات کا تصور کر کے معاملات کو طے کرنا نہایت اعلیٰ دماغی صلاحیتوں کا متقاضی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بالخصوص مردوں کو اس کا وافر عطا فرمایا ہے۔

نسوانیت

عورت اللہ تعالیٰ کے جمال کا مرقع ہے اور صفات جمال کا مظہر ہے اور بعض انفعالی صفات اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہیں۔ تہذیب انسانی ہزاروں سال کی تاریخ رکھتی ہے۔ مرد اور عورت کی صفات کا یہ طویل تجربہ بنیادی طور پر انسانیت کا ورثہ ہے جس میں کئی پہلوؤں سے افراط وتفریط ہوتی رہتی ہے۔ 'عورت' کی نفسیات اور شخصیت پر اللہ تعالیٰ کی جمالی شانوں کا جو پرتو ہے اس کا مظہر بہت سی خوبیاں ہیں جو انسانیت اعلیٰ قدروں کے طور پر جانتی ہیں ۔ یہ قدریں شفقت، رحمت، ایثار، دوسروں کے لئے قربانی، دوسروں کے لئے نرمی، ادب، ضرورت مندوں کی مدد اور ناتوانوں کی دست گیری، صبر، حوصلہ مندی، اطاعت گزاری اور وفا کیشی ہیں جو عورت کا زیور ہیں۔ یہ خوبیاں زندگی کے مختلف مراحل میں موقع بہ موقع ظاہر ہوتی ہیں۔ اس طرح عورت کئی 'روپ' میں سامنے آ کر دوسروں کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے اور گرویدہ بنانے کی یہ 'جادوگری'

مردوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے عورت میں کہیں زیادہ ودیعت فرمائی ہے۔

عورت کی یہ شان کہ دوسروں پر اثر انداز ہوتی ہے اور اپنے رویوں سے دوسروں کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے صرف 'شریک حیات' کے طور پر نہیں ہے بلکہ آپ غور کریں تو 'ماں' کے طور پر عورت جس طرح بچے کو 'اپنا' گرویدہ، عقیدت منداور 'مرید' بناتی ہے اس 'مقناطیسی میدان' سے بچہ ساری زندگی نہیں نکل سکتا دنیا میں شاید ہی کوئی انسان ہو (بڑا آدمی یا عام آدمی) جس نے اپنی 'ماں' کے اچھے رویوں کی تعریف نہ کی ہو۔ یہ 'فن' اللہ تعالیٰ نے صرف 'عورت' کی سرشت میں ودیعت کیا ہے۔

عورت کی مختلف شانیں (روپ)

1۔ ماں زندگی میں عورت مرد کے سامنے کئی 'روپ' میں سامنے آتی ہے اُن میں سے سب سے اہم، سب سے ابتدائی اور سب سے موثر روپ عورت کا ایک ماں کی حیثیت سے ہے۔

زندگی کے ابتدائی سال بچے کا ماں سے رابطہ رہتا ہے۔ یہی دور ہے جب بچہ پنگھوڑے (مہد) سے نکل کر چلنا سیکھتا ہے چلنے پھرنے کے قابل ہوتا ہے بچہ بولنا سیکھتا ہے۔ ماں کا لہجہ اور ماں کی زبان ہی انسان کی اصل زبان قرار پاتی ہے اور اسی زبان میں انسان سوچتا، حساب لگاتا، سمجھتا اور غور کرتا ہے۔ محسن عالم حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: اطلبوا العلم من المهد الى اللحد (علم حاصل کرو مہد سے لحد تک) گویا ایک اچھا بچہ مہد سے لحد تک علم ہی سیکھتا رہتا ہے۔ اگرچہ یہ حقیقت ہے کہ جوانی کے بعد کا سیکھا ہوا علم دراصل ماں کی گود سے سیکھے ہوئے علم (اصول وقواعد وضوابط) کے تحت ہی ہوتا ہے۔

ماں اس عمر میں بچے پر شفقت کرتی ہے ایثار کرتی ہے اسے کھانا پینا پہننا سکھاتی ہے، صفائی ستھرائی کے طریقے سکھاتی ہے، پاکی ناپاکی کا شعور دے دیتی ہے، ایک مسلمان ماں بچے کو لباس کا شعور بھی دیتی ہے۔ خدا کا احساس، اللہ کے ربّ ہونے کا شعور، نیکی بدی کا شعور، اللہ کے خالق ہونے کا شعور بھی ماں کی گود سے ہی انسان کو نصیب ہوتا ہے۔

الغرض .... بچے کو ایک اچھا انسان بنا کر کھڑا کرنے میں والدہ کا سب سے زیادہ حصہ ہے اس لیے والدین کے ساتھ حسن سلوک کے حکم میں والدہ کا حصہ زیادہ ہے۔ ہمارے آقا سیدنا حضرت محمد ﷺ کے فرمان کے مطابق

جاء رجل الی رسول اللہ ﷺ فقال یارسولَ اللّٰہ! مَنْ اَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِی؟ قَالَ اُمُّكَ، قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: اُمُّكَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: اُمُّكَ، قَالَ ثُمَّ مَنْ؟: قَالَ اَبُوْكَ (بخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

''ایک شخص رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے حسن سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں، عرض کیا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں، پوچھا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تیری ماں، پوچھا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تمہارا باپ۔''

عربی کا محاورہ ہے: لَا وِسَادَۃَ اَنْعَمَ مِنْ صَدْرِ الْاُمّ وَ لَا وَردۃَ اَجمَل مِنْ ثغرِھَا ''ماں کے سینے سے زیادہ آرام دہ کوئی تکیہ نہیں اور ماں کے (مسکرانے پر) دانتوں کی چمک سے زیادہ خوبصورت کوئی پھول نہیں''۔

انسان پر ماں کے احسانات اتنے ہیں کہ کوئی انسان اس کا انکار نہیں کر سکتا ماں کی طرف سے یہ شفقت ایثار قربانی اور بے لوث خدمت اس وقت ہوتی ہے جب انسان اس کا محتاج ہوتا ہے اسی لیے انسان کو اس بات کا شعور بخشا گیا ہے کہ ماں کے احسانات کا بدلہ کسی انسان کے بس میں نہیں ہے۔ قرآن پاک فرماتا ہے:

وَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّ لَاتَنْهَرْ هُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ (23:17) ''ان کو اُف تک نہ کہنا اور نہ انہیں جھڑکنا اور ان سے بات ادب کے ساتھ کرنا''

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

اَلْجَنَّۃُ تَحتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ (الجامع الصغیر عن انسؓ) ''جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے''

دنیا میں ماں باپ کا سایۂ عاطفت اور ماں کی شفقت انسان کی فطرت ونفسیات پر ایسے انمٹ نقوش ثبت کر دیتی ہے کہ زمانے کے حوادثات بھی اس کو مٹانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

2۔ بہن انسانی تجربے میں عورت کا دوسرا روپ جو انسان پر اللہ کی رحمت کا سایہ ہوتا ہے اور ابتدائی عمر سے ہی ماں کے ساتھ انسان کی سیرت و کردار کی تشکیل میں بڑا اہم رول ادا کرتا ہے

وہ انسان کی بڑی بہن ہے۔ چھوٹی بہنوں کا برتاؤ اوران سے میل جول کے اپنے تقاضے اور اثرات ہیں تاہم بڑی بہن ماں کے برابر رول ادا کرتی ہے۔کبھی انسان کی زندگی میں ماں کے بدل کے طور پر بہن یا خالہ یہ رول ادا کرتی ہے۔انسان کا سات آٹھ سال کی عمر تک مختلف تجربات سے کامیاب طریقے سے گزرنے اور اس ضمن میں اسکی نگرانی کے رول میں بڑی بہن کا بہت بڑا حصہ ہوتا ہے۔

3۔شریک حیات انسان جب بالغ ہو جاتا ہے تو خالق کائنات کے ودیعت کردہ جذبے کے تحت کائنات کے اس نظام اور تمدن انسانی کو آگے بڑھانے کے عمل میں شریک ہو جاتا ہے۔ انسان کا اپنے حصے کا کردار ادا کرنے کیلیئے نکاح رشادی کا مرحلہ آتا ہے۔انسانی زندگی میں جو مختلف تجربات ہوتے ہیں ان سب میں یہ تجربہ سب سے انوکھا اور پیچیدہ تجربہ ہے جس کے بے شمار اخلاقی، تمدنی، مذہبی، دنیوی اور اخروی پہلو ہیں۔اللہ تعالی ہی مدد فرمائے اور دستگیری کرے تو انسان زندگی کے اس مرحلہ میں بھی دین کے تقاضوں کے مطابق عمل کر کے سرخرو ہو جاتا ہے۔بصورت دیگر بے شمار لوگ اس مرحلہ میں خود بھی ٹھوکریں کھاتے ہیں اور اپنی شریک حیات کو بھی رنج والم، پریشانی اور بے مقصدیت کا شکار کر دیتے ہیں۔انسان کا کامیاب ازدواجی زندگی گزارنے میں شریک حیات (عورت) کا بھی بڑا اہم رول ہے۔درحقیقت سچی بات یہ ہے کہ متاہل زندگی (FAMILY LIFE) باہمی احترام،تعاون، ایثار وقربانی، باہمی اعتماد اور احسان مندی کے جذبات کے تحت ہی وقت گزارنے کا نام ہے اور یہ کام مرد یا عورت میں سے کوئی ایک نہیں بلکہ دونوں مل کر کرتے ہیں۔اس لیے ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے فرمان کے مطابق ایک سمجھدار لائق اور باوفا اور سلیقہ مند شریک حیات کا ہونا یقیناً انسان کی سعادتوں میں سے سب سے اہم سعادت ہے۔

4۔بیٹی بیٹی اللہ کی رحمت ہے اور کسی گھر میں بیٹی کا ہونا اس گھر اور اس کے باسیوں کے لئے سعادتوں کا خزانہ ہے۔زندگی تجربات کا نام ہے اور ہر انسان ہر روز تجربات سے ہی سیکھتا ہے اور انہی تجربات ہی کی روشنی میں آئندہ اپنے عمل کو بہتر بناتا ہے اور یوں انسان زندگی میں 'خوب سے خوب تر' کی تلاش میں اچھائیوں اور نیکیوں کا سفر جاری رہتا ہے۔اولاد کی شکل میں اللہ تعالیٰ انسانوں کو یہ موقع دیتا ہے کہ وہ اپنے تجربے،علم، باطنی وارداتوں اور ایمانی کیفیات کی روشنی میں اس کائنات کے تسلسل کے آئندہ سفر میں اپنا رول ادا کرنے کے لیے جو بہترین انسان یعنی

بہترین ’اداکار‘ یارول ماڈل (ROLE MODEL) فراہم کرسکتا ہے وہ تربیت وتعلیم کے مراحل سے گزار کرنسل انسانی کا حصہ بنادے۔ یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ ہر شخص اس شعبہ زندگی میں اپنا حصہ ڈالتا ہے اوراس کا اپنی اولاد کی تربیت وتعلیم کے لئے لگایا ہوا سرمایہ اور وقت اس کے لئے نہایت قیمتی اور خالص توشۂ آخرت بنتا ہے۔ (حتیٰ کہ اساتذہ کا عمومی طور پرنسل انسانی کی اعلیٰ تربیت وتعلیم کا اعلیٰ خدمت قرار پانا اسی کی ایک مثال ہے) اور فارسی مصرع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست...... کی طرح اولاد کی تربیت وتعلیم والدین کی سوچ نظریات، ترجیحات، مذہبی تصورات، ایمانی کیفیات دنیاوی علم تجربہ کا ہی نتیجہ اور نچوڑ ہوتا ہے اور اولاد کو دیکھ کر والدین کی شخصیات اور دینی جذبات کا اندازہ لگالینا مسلم معاشرے کا حصہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ فداہ آباؤنا وامہاتنا کے گھر میں پلے بڑھے اور تربیت یافتہ تھے......اپنی کم ظرفی سے ایک طبقے نے انہیں ’’دیوتا‘‘ بنالیا شرک میں ملوث ہوئے لیکن آپ ﷺ کی حسن تربیت کا شاہکار ہونے پر مہر تصدیق ثبت ہوگئی۔حضرت محمد ﷺ کا اپنا فرزند جناب ابراہیم زندہ رہتے تو حضرت محمد ﷺ کی مثالی تربیت پا کر کیا شان پاتے وہ اہل علم جانتے ہیں آپ ﷺ کے فرمان حق ترجمان کے الفاظ میں لکان نبیا...... کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اور ختم نبوت کے اعلان کے بعد وہی ہوا کہ حضرت ابراہیم 18 ماہ کی عمر میں انتقال کر گئے۔ اس ضمن میں بیٹوں کے مقابلے میں بیٹی کا معاملہ بڑا خاص ہے اور ایک بیٹی کی تربیت......قوم معاشرے اور نسل انسانی کو ایک اچھی ماں دینے کے مترادف ہے جو قوم کی تعمیر میں شاندار رول ادا کرسکتی ہے۔ آپ ﷺ نے کیا شاندار حقیقت بیان فرمائی جو آپ ﷺ کی اعلیٰ شان کے ہی شایانِ شان ہوسکتی ہے۔

> مَنْ كُنَّ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ يُؤْوِيهِنَّ وَ يَرْحَمُهُنَّ وَ يَكْفُلُهُنَّ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ .... (مسند احمد) ’’جس کی تین بیٹیاں ہوں، وہ انہیں اچھی طرح سے رکھے، ان کے ساتھ رحم اور شفقت کا برتاؤ کرے اور ان کی پرورش کرے تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی............‘‘

یہ سعادت صرف عورت کے لئے نہیں مرد کے لئے بھی ہے کہ وہ بچیوں پر صبر کرے اور حسن سلوک برقرار رکھے۔ بیوی پر بچیوں کی وجہ سے ظلم نہ کرے اور اخروی اجر کے لیے اپنا فرض ادا کرتا رہے۔

عورت............آج اور کل

قبل از اسلام رائج تھا جو اسلوبِ حیات
کس قدر مظلوم تھی اے بنتِ حوا تیری ذات

ایک مچھر کے برابر بھی تیری قیمت نہ تھی
گاڑ دی جاتی تھی زندہ تو تو پیدا ہوتے ہی

باپ کے ترکے میں بیٹے بانٹ لیتے تھے تجھے
تُو تھی جن کی ماں وہ جورو بنا لیتے تجھے

مرتا جب تیرا پتی ہندو جلا دیتے تجھے
نہ اکیلے زندہ رہنے کا بھی حق دیتے تجھے

تُو نہ تھی بیٹی کسی کی تُو کسی کی ماں نہ تھی
تجھ سے یوں برتاؤ ہوتا گویا تجھ میں جاں نہ تھی

تجھ کو تو اسلام نے ہی عزت و توقیر دی
ماں کے قدموں میں ہے جنت، یہ بشارت اس نے دی

دین حق نے ہی تجھے ہے باپ کا ورثہ دیا
اور ماں کو اس کے بیٹے کا دیا وارث بنا

تجھ کو مردوں کی غلامی سے ہے دی اس نے نجات
ہے مگر پردے میں رکھا تا کہ شیطان کھائے مات

تیرے خاوند کو بنایا اس نے ہے تیرا کفیل
کہ اُمورِ خانگی کی تو کرے گھر میں سبیل

ہاں مگر وقت ضرورت تُو بٹا سکتی ہے ہاتھ
جیسے دورِ سلف میں تُو نے دیا مردوں کا ساتھ

نام آزادی کا دے کے عصر حاضر نے تجھے
ہے حصولِ رزق میں اس نے کیا شامل تجھے

نام پر آزادیٔ نسواں کے جتنا بھی ہے شور
گھر کی عزت ہے سرِ بازار لٹوانے پہ زور

عورتیں آئیں گھروں سے گویا نکلیں جیل سے
ہوگئی شیطان کی پوری مرد و زن کے میل سے

اہل مغرب میں کسی کی بیٹی بہن، و ماں نہیں
ہیں اویسی سارے حیواں کوئی بھی انساں نہیں

عبدالرزاق اویسی ٹوبہ ٹیک سنگھ

باب سوم

آسمانی ہدایت میں
مردوں کی ذمہ داریاں
یعنی
عورتوں کے حقوق

☆ انسان ایک ذمہ دار مخلوق ہے
☆ حقوقِ نسواں کے اہم نکات
ناگزیر امور......46

انسان ایک ذمہ دار مخلوق ہے

اللہ تعالیٰ نے دنیا پیدا فرمائی ہے اور معاشرتی وتمدنی سطح پر انسانوں کو جمع کر دیا ہے زبان، نسل، رنگ، علاقہ، جغرافیہ، تاریخ، مذہب انسان کو آپس میں جوڑ دیتے ہیں۔ انسان مل جل کر رہتا ہے۔ اس میل جول میں ایک دوسرے کا لحاظ کرنا بہت ضروری ہے۔ دوسروں کے معاملات میں بے جا مداخلت سے باز رہنا ہی معاشرتی امن کا ضامن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی آسمانی ہدایت میں اس ضمن میں کئی احکام دیے ہیں۔ جبکہ انسانوں نے بھی انہیں احکام کی روشنی میں مزید تفصیلات مدوّن کر لی ہیں۔ ان احکام کو حقوق وفرائض میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک طبقے کے جو فرائض ہیں وہ دوسرے طبقے کے حقوق کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ اس اجتماعی شعور سے معاشرتی سطح پر ظلم اور ناانصافی کا سدِّ باب کرنے میں کافی مدد ملتی ہے۔

اسلام نے انسانی معاشرہ میں مردوں کی کچھ ذمہ داریاں لگائی ہیں اور ان کی ادائیگی کے لئے مردوں کو مناسب صلاحیتیں بھی دی ہیں، وسائل بھی عطا فرمائے ہیں اور مواقع بھی بخشے ہیں۔ اسی طرح خواتین کی بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ انہی صلاحیتوں کے پیش نظر امکانی حد تک ان کی ادائیگی کے ضمن میں جوابدہ بھی ہیں۔

''حقوق نسواں نمبر'' کی مناسبت سے انسانی معاشرہ میں مردوں کی ذمہ داریاں اور فرائض' خواتین کے حقوق بن کر سامنے آتے ہیں۔ ان فرائض کی ادائیگی کے لئے مرد جوابدہ ہے معاشرے کو بھی اور اللہ تعالیٰ کو بھی۔

اس حصے میں ہم ''حقوقِ نسواں'' کے عنوان سے ان اُمور کو یکجا کر رہے ہیں جو اسلامی

معاشرہ میں مردوں کی ذمہ داریاں ہیں۔ تاکہ خواتین، اسلام کے سایۂ عاطفت میں اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی اور آخرت کی کامیابی کے حصول کے لئے مناسب ماحول میں مناسب تگ ودو کرسکیں اور اپنے نصب العین میں کامیاب ہوسکیں۔

حقوقِ نسواں کے اہم نکات

(یہ حقوق ہم یہاں عمر کے لحاظ سے درج کررہے ہیں)

☆ مسلم معاشرے میں بچی کی پیدائش پر بھی خوشی کا اظہار ہونا چاہیے اور سماجی طور طریقے میں معروف انداز میں کان میں اذان، مبارک بادی، تحائف اور مسرت کا اظہار کرنا چاہیے۔

☆ اللہ تعالیٰ کے حضور نعمت کے شکرانے کے طور پر ساتویں دن عقیقہ، صدقہ اور نام رکھنا ضروری ہے۔

☆ ماں کا دودھ پینا بچی کا بھی حق ہے۔ والد/والدین کو اس حق کا اہتمام کرنا چاہیے۔

☆ بچی کی صحت کی دیکھ بھال اور نگہداشت کا مناسب اہتمام کرنا چاہیے (بچی کی صحت کی ضمانت کے لیے بچی کا مامتا کی صحت کی نگہداشت بھی ضروری ہے اور اس کو یقینی بنانا چاہیے۔

☆ والدین کو بچی کو دو سال دودھ پلانے کے حق میں کٹوتی سے گریز کرنا چاہیے۔ بچوں کی پیدائش میں کم از کم 3 سال کے لگ بھگ وقفہ ضروری ہے۔ اس لحاظ سے والدین کی خصوصی ذمہ داریاں ہیں۔

☆ بچی کے لیے بولنے اور چلنے کی عمر آنے پر بچی کو مناسب الفاظ سکھانا اور بچوں کیلئے اسلامی تعلیمات کا نمونہ پیش کرنا ماں کی اوّلین ذمہ داری ہے ایک حد تک باپ کی بھی ذمہ داری ہے۔

☆ بچی کو گھر پر ابتدائی تعلیمات اور قرآن پاک سے متعارف کرانا والدہ/والد کی ذمہ داری ہے۔

☆ سکول جانے کی عمر آنے پر حالات ہوں تو لازماً بچی کو تعلیم کے لئے قریبی مناسب سکول میں داخل کرانا اور اس کی نگرانی/نگہداشت بچی کا حق ہے۔ مسلمان بچیوں کے لئے بھی اجتماعی سطح پر ایسی تعلیم کا اہتمام ضروری ہے جسکے بعد بچی ایک اچھی مسلمان اچھی ماں اور اچھی شہری بن سکے۔

☆ حکومت/ریاست/اسلامی حکومت کی طرف سے اسلامی اقدار والی تعلیم کا اہتمام نہ ہونے کی صورت میں والدین کی ذمہ داری ہے کہ سکول کے وقت کے بعد خصوصی توجہ سے بچی کو

اسلامی اقدار اور شعائر سے روشناس کرائیں۔

☆ بچی کی ایسی تعلیم جس سے وہ بڑی ہو کر اچھی مسلمہ، اچھی ماں، اور ایک اچھی عورت بن کر دوسرے کے لئے نمونہ بن سکے، ضروری ہے۔

☆ بچی کی تعلیم میں ملازمت کے پہلو کو دوسرے تیسرے درجے کی اہمیت دینا ضروری ہے تاکہ مسلم معاشرے میں مسلمان مردوں کے ذمے کمانے اور گھر چلانے کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے اس کو فروغ مل سکے۔

☆ گھریلو ماحول اجازت دے (اور شوہر بھی راضی ہو) تو بچی کو خصوصی تعلیم ......از قسم تعلیمی شعبہ، میڈیکل کا شعبہ جس میں خدمت خلق اور صرف عورتوں سے معاملات کرنا پڑیں...... بھی مہیا کریں تاکہ مسلم معاشرے میں خواتین کے لئے خواتین اساتذہ اور خواتین ڈاکٹر/میڈیکل عملہ مہیا ہو سکے۔

☆ بچی کے بڑے ہونے پر کھیل کود کے مناسب پاکیزہ مواقع فراہم کرنا والدین/معاشرے کی ذمہ داری ہے۔ عورتوں کے لیے مردوں سے بلاضرورت اختلاط اور مخلوط تعلیم، مخلوط تقریبات وغیرہ سے بچانا والدین کی ذمہ داری ہے۔

☆ بچوں کو بُرے ماحول سے محفوظ رکھنے کے لئے والدین کو خود نمونہ بننا اور اس ضمن میں مناسب حد تک اسلامی ماحول فراہم کرنا چاہئے۔

☆ بچی جب تک والدین کے گھر میں ہے والد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی کفالت کرے (والد کی معذوری کی صورت میں اسلامی حکومت کفالت کرے گی)۔

☆ بچی کے بالغ ہونے کے بعد مناسب رشتہ ملنے پر 'کفو' میں نکاح اور رخصتی کا اہتمام ضرری ہے اور اس موقع کو مناسب حد تک اسلامی رنگ میں ایک خوشی کا موقع سمجھنا چاہئے۔

☆ بچی کا حق ہے کہ اسکا شوہر (شوہر کے والدین/معاشرہ) ممکنہ حد تک اُسے علیحدہ مکان مہیا کرے جس میں ماحول اور عصری تقاضوں کے مطابق کم سے کم ضروری لوازمات موجود ہوں۔

☆ اسلامی تعلیمات میں بچی کی شادی کے بعد اس کے لیے علیحدہ گھر اس کا حق ہے تاہم سسرال اور میکے والوں سے اچھے تعلقات اور اُن کی نگرانی میں زندگی کے اُمور چلانے کا اہتمام

ضروری ہے۔ والدین، سسر ساس سے لڑائی معاشرتی اقدار سے سرکشی ہے۔

☆ نکاح کے موقع پر شوہر کی طرف سے مناسب مہر مقرر ہونا اور ترجیحاً جلد ادا ہونا ضروری ہے۔ یہ بیوی کا حق ہے۔

☆ بیوی کی صحت کا خیال رکھنا اس کے اخراجات نان نفقہ زچگی کے اخراجات اب شوہر کی ذمہ داری ہے۔

☆ گھر میں خوشگوار ماحول برقرار رکھنے میں عورت کا بھی بڑا رول ہے مگر یہ ذمہ داری بنیادی طور پر مرد کے کاندھوں پر ہے اور عورت کا حق ہے۔

☆ عورت کے لئے دینی اقدار پردہ وغیرہ کی پابندی شوہر کے فرائض میں سے ہے۔ عورت کے لئے مناسب تفریح کا اہتمام بھی ضروری ہے۔

☆ عورت کو بحیثیت بیوی شوہر کی تابعداری کرنا ضروری ہے اور اس کو خوش رکھنا ضروری ہے جبکہ شوہر کو بھی انسانی ضروریات کمزوریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے بیوی کی بیماری صحت پریشانی کا لحاظ رکھنا گھر کے ماحول کو صحت مند رکھنے کے لئے ازحد ضروری ہے۔

☆ بیوی/شوہر میں ناراضگی کی صورت میں عورت کا حق ہے کہ شوہر اسلامی تعلیمات کا لحاظ رکھے۔ صلح جوئی کے جذبے سے گھر چلائے۔ برادری کے بڑوں کے ذریعے صلح میں ضد نہ کرے۔ عورت بھی ایثار و قربانی کا مظاہرہ کرے۔ شوہر بیوی پر ہاتھ اُٹھاتے وقت سختی سے کام نہ لے بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کا پاس کرے۔

☆ شوہر کی ازحد ناراضگی یا علیحدگی کی صورت میں عورت کا حق ہے کہ اُسے اسلامی طریق کار پر طلاق دی جائے۔ ایک طلاق کے بعد عورت گھر میں رہے اور شوہر کو 'رجوع' پر آمادہ کرے۔ دوسری طلاق کی نوبت آجائے تو بھی معاملات انسانی لحاظ سے برابری کی سطح پر طے کرنا عورت کا ضروری حق ہے اور تین طلاقوں کی صورت میں بھی عورت کے حقوق کا پاس مرد کی مردانگی کی رو سے عورت کا حق ہے۔

☆ طلاق/علیحدگی کی صورت میں لڑائی جھگڑے قتل تک نوبت لانے میں عورت اور مرد کے خاندان کو دخل ہوتا ہے۔ عورت کا حق ہے کہ اس کے رشتہ دار معاملات کو اس حد تک نہ بگاڑیں

کہ تین طلاقوں کے بعد.....ممکنہ صورت میں کچھ عرصہ بعد پھر نکاح کے امکان کا صحت مندانہ ماحول برقرار رکھا جائے یہ عورت کا حق ہے۔

☆ عورت کو گھر کے معاملات چلانے میں مناسب حد تک آزادی (FREEHAND) دینا ضروری ہے۔شوہر کو اپنی بہنوں، ماں اور دیگر رشتہ داروں کے لئے مناسب عزت واحترام کے تقاضوں کے ساتھ بیوی کے حقوق کا نبھانا لازم ہے۔عورت کو مناسب رقم نجی ذاتی اخراجات/صدقہ/خیرات اور بچت کے لئے دینا عرفِ عام کے مطابق عورت کا حق ہے۔

☆ عورت کو شوہر کے گھر، مال، اولاد کی حفاظت اور نگہداشت کی ذمہ داری دی گئی ہے وہ اس امانت کا خیال رکھے غیر مرد کو گھر میں گھسنے نہ دے۔اور شوہر کی ذمہ داری ہے کہ گھر میں شرعی پردہ کا اہتمام کرے تاکہ اس کی نسل کی حفاظت اور بیوی کی عفت وعصمت کی محافظت ہو سکے۔

☆ بیوی کے والدین کی وفات کی صورت میں یا شوہر وغیرہ کی وفات کی صورت میں وراثت سے محروم نہ کیا جائے بلکہ اس کی جلد ادائیگی اور اہتمام اس کا حق ہے تاکہ وہ باعزت زندگی گزار سکے۔

☆ عورت کو حتی المقدور اولاد سے الگ/محروم نہ رکھا جائے اور 'ماما کی محبت' کا استحصال نہ کیا جائے۔

☆ عورت گھر سے باہر نکلے تو حجاب استعمال کرے عورت کا حق ہے کہ معاشرہ اسکی عفت و عصمت کا محافظ ہو،اسلامی حکومت کا قیام اور سفر وحضر میں پاکیزہ ماحول کی فراہمی عورت کا حق ہے۔

☆ عورت کو اپنی ملکیت رکھنے، کاروبار کرنے ،ملکیت میں اضافہ کرنے کا حق ہے، والدین سے جو مال تحفتاً یا وراثتاً ملے وہ اس کی ملکیت ہے۔شوہر بلاوجہ اس میں مداخلت نہ کرے۔

☆ اسلام میں عورت کو حسب لیاقت وتعلیم ملکی معاملات میں رائے دینے کا حق حاصل ہے اور عرف عام میں اگر ووٹ کی ضرورت ہو تو عورت کو ووٹ کا حق بھی حاصل ہونا ضروی ہے۔

☆ اسلامی معاشرہ/حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ملک میں میڈیا تعلیم اور تفریح کو بے حیائی بے ہودگی اور لچر پن سے پاک رکھے تاکہ عورت کو بحیثیت عورت تحفظ حاصل رہے اور نگاہیں اس کا پیچھا نہ کریں۔

☆ بڑھاپے کی عمر کو پہنچنے پر عورت کا یہ حق کہ شوہر/اولاد اس کی دیکھ بھال اور ضروری اخراجات کرے اور اس کے آرام کا ہر صورت خیال رکھے۔

☆ عورت اپنے شوہر کو اسلامی تعلیمات کے مطابق اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے...... بدکاری سے بچانے اور بے راہ روی سے روکنے کے لئے، دوسرے نکاح کی حسب موقع وضرورت اجازت دے جبکہ اپنے محرم رشتہ داروں کے ذریعہ اپنے حقوق کا تحفظ کرے اور شوہر یہ ذمہ داری قبول کرے۔

☆ معاشرے میں عورت کا تحفظ عورت کی برادری، شوہر، والدین کے ذمہ ہے۔ اسلامی حکومت سب سے زیادہ ذمہ دار ہے۔ اس کے لئے مناسب قانون اور اس کے لئے چارہ جوئی کے راستے آسان اور قابل عمل بنانا ضروری ہے۔

☆ کام کرنے/ملازمت کی صورت میں عورت کے لئے مناسب اوقات کار بیماری/زچگی کی صورت میں مناسب تعطیلات اور گھریلو ذمہ داریوں کی ادائیگی اور تحفظ کے لئے دن کے اوقات کی ڈیوٹی کا اہتمام ضروری ہے۔

☆ عورتوں کی صحت مندانہ سرگرمیوں کے لئے کھیل کود کے لئے مناسب پارک کھیل کے میدان وغیرہ ضروری ہیں جس میں چھوٹی عمر کی بچیاں یا جوان بچیاں کھیلیں کودیں اور بڑی عمر کی عورتیں مائیں بہنیں دیکھیں۔ غیر مردوں کا عورتوں کے کھیل کود کے معاملات میں عمل دخل سراسر بند کرنا عورت کا حق ہے تا کہ اس کو تنگ نہ کیا جائے۔

☆ عورت کے حقوق کا شعور پیدا کرنے کے لئے مردوں کے نصاب تعلیم میں مناسب اقدامات ضروری ہیں۔ میڈیا ٹی وی وغیرہ سے مناسب ہدایات کا تسلسل سے اجراء ضروری ہے اور سخت قانونی ضابطے ناگزیر ہیں۔

☆ عورت کے تحفظ کے لئے بڑی سکرین چھوٹی سکرین (سینما اور ٹی وی) کے پروگراموں (اور کمپیوٹر تفریح) میں عورتوں کا کردار باپردہ ستر وحجاب کے تقاضوں کے مطابق اور اسلامی تعلیمات کے اندر ضروری ہے اور اس کے لئے ضروری قانون سازی ناگزیز ہے۔

☆ عورت کے لئے شرعی احکام سے ماورا اکیلے سفر، غیر ملکی سفر، غیر ملکی دورے، غیر ملکی تعلیم

پر سخت پابندی کی ضرورت ہے۔

☆ اعلیٰ تعلیمی اداروں میں عورت کے لئے ہاسٹل لائف میں عفت عصمت کا تحفظ اور اس کے ضمن میں ناگزیز اقدامات ضروری ہے۔

☆ گھر سے دور عورت کو کسی مجبوری سے رُکنا پڑے سرکاری ڈیوٹی، ملازمت اور کسی علاج معالجے کی مجبوری کے لئے، تو عورتوں کے مناسب ہاسٹلز، رہائش گاہیں ضروری ہیں جہاں ان کے کام کی آسانی اور عفت وعصمت کے تحفظ کو یقینی بنایا گیا ہو۔

☆ تعلیم کے میدان۔ عورت کا یہ بھی حق ہے کہ اُسے ایسی تعلیم مہیا کی جائے کہ وہ خود بھی ایک مثال بن زندگی گزار سکے یعنی ایک مؤمنہ صالحہ ہو۔ بچوں کی اچھی تربیت کر سکے اُن کو اچھا مسلمان بنا سکے۔ ان کی تربیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کردار کے مطابق کر سکے اور ان کو عملی مسلمان اور مجاہد بنا کر کھڑا کر سکے۔

☆ اسلام میں میدان کے کام جہاد اور دین کے غلبہ کی جدوجہد بنیادی طور پر مرد کا شعبہ اور کام ہے تاہم ایک حیثیت سے عورت کا یہ حق ہے کہ اُسے مسلمان مردوں کی ذمہ داریوں کا شعور ہو تا کہ وہ متعلقہ باتیں اپنے چھوٹے بھائیوں، بیٹیوں، نواسوں، پوتوں میں پروان چڑھا سکے اور شوہر، والدین اور عمر میں بڑے خالو ماموں چچا وغیرھم کے اعمال زندگی پر نگاہ ڈال کر انہیں توجہ دلا سکے۔

عورت اگر مرد کی ذمہ داریوں کو سمجھے گی نہیں تو وہ مطلوبہ اوصاف اور مطلوبہ کردار اپنے بچوں میں پیدا کر سکتی ہے نہ اس نگاہ سے محرم رشتہ داروں کی نگرانی کر سکتی ہے۔ جیسے اسلام میں کمانا اور گھر چلانا اسلام میں مرد کی ذمہ داری ہے تاہم عورت کو اس کا شعور ہونا چاہیے اور جیسے گھر کا کوئی مرد یا عورت کا شوہر کمانے میں سستی کر کے یا حرام میں ملوث ہو جائے تو اُسے مناسب انداز میں بھرپور توجہ دلانی چاہیے اسی طرح عورت کو مسلمان مردوں کی دینی ذمہ داریوں کا مکمل شعور ضروری ہے تا کہ بوقت ضرورت ان کو متنبہ کر سکیں۔ جیسے شوہر نماز نہ پڑھے، دین کا کام نہ کر رہا ہو اُسے متوجہ کرنا اور اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے پر آمادہ کرنا اُسی صورت ممکن ہے۔

جو شخص نیک عمل کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ مؤمن بھی ہو تو ہم ضرور اس کو (دنیا میں) پاک (اور آرام کی) زندگی سے زندہ رکھیں گے اور (آخرت میں) ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے

باب چہارم

آسمانی ہدایت سے محروم

غیر مسلم معاشروں میں عورت کی حیثیت

حصہ اول

☆ قدیم تہذیبیں

☆ آسمانی ہدایت سے محروم تہذیبیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت......تاریخ انبیاء علیہم السلام کا اہم نکتہ......ارسطو اور اسکندر کا یونان ...... ہندو تہذیب......تاج محل اور وسطی ہند کے بدنام زمانہ مندر......مشرق وسطی اور یورپ کا معاشرہ......مزدک اور زرتشت کا ایران...... یورپ 800ء سے 1500ء تک (DARK AGES)

حصہ دوم

☆ حالیہ مغربی تہذیب کے اجزائے ترکیبی اور حقوق نسواں

جدید تہذیب پر عربوں کے احسان......جدید تہذیب کی اٹھان......ایک اہم مغربی مصنف کی گواہی...... صنعتی انقلاب کے بعد جدید مغربی تہذیب

☆ اقوام مغرب کا ''مثالی معاشرہ'' مغرب کا اخلاقی زوال قدم بہ قدم

☆ مغربی مفکرین کی دانستہ فکری بددیانتی

☆ اقوام مغرب کا معاشرتی سفر......تحریک آزادی نسواں سے لبرل ازم تک

آزادئ نسواں ایک جال......عورت معاش کمانے میں خود ذمہ دار ہے......عورت سٹیج کی زینت ......عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ......بے روزگاری کا عفریت...... بے حیائی اور بدکرداری کا فروغ ......ٹرانسپورٹ کا مسئلہ......عورت اور سفر......مغربی عورت اور مغربی مرد...... اولاد سے لاتعلقی......شادی کے بندھن سے نفرت......ناجائز اولاد کی کثرت......انسان دشمنی...... مغربی معاشروں میں شرح پیدائش کی کمی......مغربی اقوام خودکشی کی راہ پر......آزادروی یعنی لبرل ازم

☆ اخلاقی گراوٹ درندگی بن گئی

قدیم تہذیبیں

گزشتہ 4000 سال یا 4500 سال کی تاریخ......اہل علم کے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح ہے۔ آسمانی ہدایت سے انحراف کے نتیجے میں انسان نے کیا کھویا اور کس کس پہلو سے معاشرتی بگاڑ پیدا ہوا جس سے ظلم، ناانصافی، لوٹ کھسوٹ میں اضافہ ہوا اور اخلاقی زوال آ گیا۔ یہ تاریخی حقائق ہیں اور کھلی آنکھ کے ساتھ دیکھے جاسکتے ہیں۔ عام طور پر عورت اس کا سب سے پہلا نشانہ بنی۔ عورت پر کس حد تک مظالم ہوئے اس کے تذکرے سے ہی انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ہم یہاں اختصار کے ساتھ تاریخ انسانی کے اس المناک پہلو کی طرف جو عورتوں کے ساتھ ناروا سلوک، مظالم اور حق تلفیوں کی داستان ہے، اشارہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ اسلام کی تعلیمات کی روشنی کا اس ظلمت سے تقابل ہو سکے۔ نیز اسلام کے زیر اثر مسلم تہذیب میں عورت کے لئے زریں عہد کا تقابل تاریخ کی DARK AGES سے کیا جا سکے۔

عالمی سطح پر مشہور تہذیبی مراکز اور نامور تہذیبیں درج ذیل ہیں:

01۔ یونان میں ارسطو اور سکندر کا معاشرہ

02۔ بھارت میں ہندو معاشرہ

03۔ مشرق وسطیٰ اور یورپ کا رومی شہنشاؤں کا معاشرہ

04۔ مزدک اور زرتشت کا ایران

05۔ مسیحی یورپ کی DARK AGES (600ء سے 1500ء تک)

آسمانی ہدایت سے محروم تہذیبیں اوپر درج پانچ تہذیبوں اور معاشروں میں ایک قدر مشترک یہ ہے کہ یہ آسمانی ہدایت سے محروم تھے اور شیطان ابلیسی سوچ کے حامل۔ یہ معاشرے زندگی کے تمام گوشوں میں ہی افراط اور تفریط کا شکار تھے اور ظالم وسفاک تھے تاہم اس تحریر کی مناسبت سے عورتوں کی حالت زار پر نظر دوڑائیں تو اس پہلو سے کسی مثبت قدر (VALUE) کے علمبردار نہیں تھے۔

تاریخ انبیاء علیہم السلام (اور آسمانی ہدایت) سے بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانی معاشروں میں نبی بھیجے جو انسانوں کو اپنے ربّ کا پیغام پہنچاتے رہے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات بابرکات سے اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت کو ایک خاندان اور ایک مخصوص علاقے میں CONTAIN کرنے کا فیصلہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو پیغمبری اور کتاب کے لئے مختص فرمادیا۔ (سورۃ الحدید آیت 26)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت تاریخ کے اس اہم واقعے کے بڑے دوررس اثرات انسانی معاشروں پر ظاہر ہوئے ہیں۔ یہ اثرات مثبت بھی ہیں اور منفی بھی۔ مثبت اثرات میں سب سے زیادہ اہم اور مطلوب نتیجہ یہ نکلا کہ ہر نبی کی نئے علاقے میں آمد سے انسانی نظریات واخلاق کی ہر دفعہ ابتدا ہی سے اُٹھان کی بجائے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام ایک ہی خاندان (نسل) میں بھیجنا شروع کیے تا کہ اس خاندان کی مرحلہ وار تربیت ہو، اعلیٰ مقاصد کیلئے ایک بڑی جماعت رفوج تیار ہو جائے جو 'حزب اللہ' کہلائے جیسے تعلیم کے شعبہ میں PRE-NURSARY سے PHD تک کے مدارج کو طے کرنے کی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ایک حزب اللہ کی تشکیل ہو جائے جس کے افراد زندگی کے ہر شعبہ میں اعلیٰ اقدار کے حامل ہوں، تجربہ اور تجرباتی علوم بھی رکھتے ہوں اور آسمانی ہدایت سے بھی متصف ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو انہوں نے مکہ میں آباد کیا تھا۔ بیت اللہ، چاہِ زم زم، صفا مروہ، حج وعمرہ وغیرہ انہیں کی یادوں کو تازہ رکھنے کے شعائر ہیں۔ جبکہ حضرت اسحاق علیہ السلام کو ان کے والد محترم نے

فلسطین میں آباد کیا ان کی اولاد میں دو ہزار سال کے عرصے میں بے شمار پیغمبر تشریف لائے بیک وقت کئی نبی ایک جگہ موجود رہے۔......وائے بدقسمتی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے نام لیوا...... بنی اسرائیل کا ایک معتدبہ حصہ ایسا بگڑا کہ وہ حزب الشیطان کا روپ اختیار کر گیا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل کر دینا بھی ان کے لیے عیب نہیں رہا 'حزب اللہ' میں شامل قلیل لوگ مؤثر نہیں رہے۔ دو بار اس قوم کو اللہ نے عروج دیا اور دو بار زوال کے تھپیڑے لگے مگر وہ سنبھل نہ سکی بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی (اور اپنے تئیں مصلوب تک کرنے کے عمل) کی وجہ سے 'مغضوب علیہم' قرار پائے ساری مراعات (یروشلم، ہیکل سلیمانی وغیرہ) سے محروم کر دیے گئے اور جلاوطن بھی ہوئے (یعنی وہ حضرت محمد ﷺ پر ایمان نہ لائے)۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں پیغمبری کا وعدہ پورا کر دیا۔ انہیں بیت اللہ کے گرد ایک اُمت مسلمہ بنانے میں کامیابی ہوئی۔ مگر یہودی اور نصاریٰ (اہل کتاب) اللہ تعالیٰ کو ماننے کے باوجود اللہ کے اس فیصلے کی حکم عدولی کی وجہ سے 'حزب اللہ' کا حصہ نہ بن سکے اور محروم رہے۔

بنی اسرائیل کے لوگ حضرت محمد ﷺ کے عرب میں آنے کی وجہ سے ضد میں آ گئے اور آسمانی ہدایت سے محرومی پر مزید یہ کیا کہ وہ حضرت محمد ﷺ کی مخالفت میں بہت آگے نکل گئے اور حزب الشیطان سے جا ملے اور آج بھی صیہونیت کے روپ میں حزب الشیطان کا جھنڈا اُٹھائے ہوئے ہیں اور ابلیس کے فرنٹ مین (FRONTMAN) ہیں۔

تاریخ انبیاء علیہم السلام کا اہم نکتہ

تاریخ کے اس پہلو کو بتایا جاتا ہے مگر اس کا دوسرا رُخ اتنی وضاحت سے قارئین کے سامنے عام طور پر نہیں آتا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد اُن کے کوئی ہم عصر پیغمبر تو دنیا میں ہو سکتے ہیں ان کے بعد پیدا ہونے والا کوئی نبی ان کی اولاد سے باہر نہیں ہوسکتا۔ گویا مکہ اور فلسطین کی اہمیت یک لخت آسمان تک جا پہنچی اور باقی دنیا کی تہذیبیں، سلطنتیں اور حکمران آسمانی ہدایت سے دور ہوتے چلے گئے۔

یہ وہ زمانہ ہے کہ دنیا میں عظیم سلطنتیں قائم ہوئیں اور دنیا عالمیت (TOTALITARIAN) یا آفاقیت (GLOBALISATION) کی طرف جاری تھی۔ لہٰذا ایک طرف 'حزب اللہ' تشکیل وتعمیر کے مراحل میں تھی اور دوسری طرف فکر انسانی آسمانی ہدایت اور پیغمبروں کی پاکیزہ زندگیوں سے محروم ہوکر......احسن تقویم سے......اسفل السافلین......کی طرف گامزن ہوگیا اور صرف فکری بے راہ روی، فکری ژولیدگی اور فکری بانجھ پن کا مظاہرہ ہی سامنے نہیں آیا بلکہ انسانی مزاج کے عین مطابق اس شیطانی و ابلیسی فکر اور نظریات پر مبنی معاشرے اور تہذیبیں بھی وجود میں آگئیں جو اپنے اس ابلیسی فکر کے زیر اثر ابلیسی کلچر، ابلیسی آرٹ، ابلیسی فن تعمیر، ابلیسی شاعری و ادب اور ابلیسی اقدار کو منظم کرنے، فروغ دینے اور ابلیسی نظریات کی جیتی جاگتی مثال بنانے میں کامیاب ہوگئیں۔ اگرچہ تخلیق کائنات کے مقاصد سے عدم موافقت و مناسبت کی وجہ سے یہ تہذیبیں جلد فنا کی گھاٹ اتر گئیں تاہم روئے ارضی پر جاری معرکہ خیر وشر میں 'شر' کو مضبوط کرنے کا باعث بن گئیں۔

اوپر درج پانچوں تہذیبیں اسی دور نامسعود کی ہیں اور ابلیسیت کی مظہر۔ ہم زیادہ تفصیل میں جانے کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ چند اشارات پر ہی اکتفا کریں گے، تفصیلات تاریخ کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں:

01 **ارسطو اور اسکندر کا یونان:** ابلیسیت آج بھی ارسطو اور یونانی فلاسفہ کو انبیاء کرام علیہم السلام سے بڑا درجہ دیتی ہے اور یونانی تہذیب کو ایک مثالی تہذیب سمجھتی ہے۔ تاہم اس کے اخلاق و کردار کے بدنما داغ اس تہذیب کے چہرے پر ثبت ہیں جن کو چھپانے کی وہ ناکام کوشش کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ انسانی شخصیت ایک وحدت ہے اور مجموعی طور پر انفرادی اور اجتماعی زندگی میں کردار اور نظریات کو الگ نہیں کیا جاسکتا۔ کردار کی خامی انفرادی اور اجتماعی سطح پر نظریات اور فکر کی خامی ہی قرار پاتی ہیں۔ اس کا مختصر حال محترم محسن فارانی کی زبانی سنیے:

> ''یونان ایک طرف حکمت وفلسفہ کا معلّم تھا تو دوسری طرف بداخلاقی کی اتھاہ گہرائیوں میں بھی غرق تھا۔ عصمت فروشی یونانی مذہب کا جزو بن گئی تھی۔ محبت کی دیوی' ایفروڈائٹ کے مندر کی پجارنیں بدکار عورتیں تھیں۔ مشہور نقاش پرکزتیلس

نے اپنی آشنا' فرائنی کا بت تیار کر کے اپالو کے مندر میں رکھ دیا تھا۔ دعوتوں میں کنیزیں مادرزاد ننگی ہو کر مہمانوں کو کھانا کھلانے آتی تھیں۔ مردوں میں خلافِ وضعِ فطری بدکاری عام تھی۔ رواقیہ اخلاقی فلسفہ کا بانی زینو اس لت میں مبتلا تھا۔ مشہور نقاش ایپلس نے سکندر اعظم کی معشوقہ لائس کا مجسمہ بناتے ہوئے اس سے اپنی محبت کا اظہار کیا۔ سکندر کو خبر ہوئی تو اس نے بلا تکلف اپنی معشوقہ ایپلس کے حوالے کر دی۔ سپارٹا میں قانون تھا کہ بوڑھے مرد کی جوان بیوی کسی جوان کو دے دی جاتی تا کہ مضبوط نسل پیدا ہو سکے۔

'عظیم فلسفی' ارسطو کا قول تھا: ''یونانیوں کے لئے غیر ملکیوں کے ساتھ وہی برتاؤ واجب ہے جو وہ حیوانات کے ساتھ کرتے ہیں۔'' چنانچہ سکندر اعظم نے لبنان کے شہر صور (ٹائر) میں بیس ہزار آدمی پکڑ کر قتل کرا دیے اور تیس ہزار غلام بنا کر بازاروں میں فروخت کر ڈالے۔'' (اُردو ڈائجسٹ صفحہ 55، جنوری 11ء)

یونانیوں کے کردار کا یہ گھناؤنا پن ان کے نظریات کی خامیوں کی نشاندہی کرتا ہے۔

02۔ **ہندو تہذیب** یونان کی طرح ہند میں بھی اس عرصے میں ابلیسی نظریات فروغ پا گئے۔ بعض انسانیت کُش اقدامات کے ساتھ ساتھ مذہبی عمارتوں میں بھی بدکاری و بے حیائی کے مناظر مجسّموں کی شکل میں سجا دیے گئے، بلکہ مندروں کی ہر اینٹ اور ہر پتھر پر بدکاری کا کوئی نہ کوئی مجسمہ لگایا گیا۔ اخلاقیات کا جنازہ نکل گیا۔ یہ کام 800ء تک جاری رہا جبکہ 1030ء میں آ کر محمود غزنوی نے سومنات کا مندر توڑا تو یہ سلسلہ رُک سکا۔ آج بھی ہندو تہذیب کے مندر (وسطی ہند) اور مشرق بعید کے مندر بشمول نیپال وغیرہ اسی تہذیب کا گہوارہ نظر آتے ہیں جہاں عورت کو جانور سے بھی بدتر مقام حاصل ہے اور اسکے حقوق کا تصور ہی اس معاشرے کے لئے سوہانِ روح ہے۔

ہندو معاشرے کے تصورات اور مسلم معاشرے کے تقابل پر ایک چشم کشا تحریر

تاج محل اور وسطی ہند کے بدنام زمانہ مندر

ہندو اور مسلمان تہذیب کے عبادت اور محبت کے نشان آمنے سامنے

تاریخ انسانی شاہد ہے کہ جب کسی علاقے میں کوئی قوم یا اجتماعیت سیاسی اقتدار حاصل کر کے علاقے میں مستحکم حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوئی ہے تو اُس نے اپنے وسائل سے اپنے نظریات کی روشنی میں سابقہ اقدار و روایات سے ہٹ کر 'نئی دنیا' تعمیر کرنے کی کوشش کی ہے یہ اُس کا حق بھی ہوتا ہے اور اس طرح طرزِ تعمیر، طرزِ بود و باش، آرائش و زیبائش کے طریقے، باغات، شہر، عبادت گاہیں، سیر و تفریح کے مقامات کی نوعیت اور طریقے سب اُس قوم کے نظریات کی عملی تفسیریں بن کر اقوام عالم کے سامنے آ جاتے ہیں۔ بابل کے معلّق باغات ہوں یا اہرام مصر، یونان کے بادشاہوں کے محلات اور تھیٹر ہوں یا ایران کے جمشید بادشاہ کے محلات، بنو عباس کا بغداد ہو یا ہندوستان کے راجے مہاراجے سب اپنے اپنے دور میں بقائے دوام کی ایک دبی ہوئی خواہش کو اپنی سوچ، فکر، نظریہ اور مذہب کی حدود اور تصورات کے اندر رہتے ہوئے صفحۂ ہستی پر اپنے 'خوابوں' کی دنیا تعمیر کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اب یہ اہل علم اور دانشور حضرات کا کام ہے نیز باشعور عوام کا بھی کہ وہ دیکھیں کہ کس تہذیب کے مذہب کے مطابق ایک مثالی انسان، مثالی خاندان اور مثالی معاشرہ کے خدوخال کیا تھے؟ یاد رہے کہ اس میں کوئی اختلاف رائے نہیں ہے کہ سچائی، راستی، عدل و انصاف، شرم و حیا، عفت و عصمت، چادر اور چار دیواری کو دنیا بھر میں معروف سمجھا جاتا ہے اور عریانیت، فحاشی، بے حیائی اور بے ہودگی، لچر پن اور سفلی جذبات کا برملا اظہار اور نمائش کو اخلاقی دیوالیہ پن کا مظہر سمجھا جاتا ہے۔

سرزمین ہند میں ایک وقت میں ہندومت کا عروج تھا اور تقریباً 1000 ق م سے 1000ء تک وقفے وقفے سے شمالی اور جنوبی ہند میں مستحکم ہندو راج رہا ہے اور مجموعی طور پر علاقائی راجے مہاراجے بھی اسی ہندو مذہب کے پیروکار تھے پھر مشرق بعید سارا اسی ہندومت کے زیر اثر تھا یہاں تک کہ بدھ مت چین جاپان سمیت سارے مشرقی ممالک میں آج بھی موجود ہے۔

ہندومت نے اپنے دور عروج میں بے شمار مندر تعمیر کیے جہاں ان کی سوچ کے مطابق بت پرستی کے لئے بت رکھے گئے اولاً یہ ''معبود'' جو بتوں کے انسان نما مجسّمے تھے سب ''ننگے'' اور بے لباس بنائے گئے۔ دوسرے ان کے مشہور مندر (جو آج مغربی سیّاحوں کے لئے انتہائی دلچسپی

کا سامان مہیا کرتے ہیں جہاں بے حیائی اور جنسی اختلاط کے مناظر بھی بڑے بڑے مجسّموں کی شکل میں ایک دو نہیں ہر مندر کے طرزِ تعمیر میں ہزاروں کی تعداد میں لگا دیے گئے ہیں ایسا ہی ایک 'بے حیائی' کا مظہر بت خانہ اور فحاشی، عریانی کے مجسّموں کا 'منبع' سومنات کا مندر تھا جسے 1030ء میں سلطان محمود غزنویؒ نے توڑ دیا تھا۔ ان مندروں میں غیر ملکی سیاح تو 'سیر سپاٹے' کے لئے جاتے ہیں جبکہ ہندو عوام خاندان سمیت (WITH FAMILY) ان 'مذہبی مقامات' کی 'یاترا' اور 'عبادت' کے لئے جاتے ہیں۔ خدا معلوم باپ اپنی بیٹی کو بیٹے کو بہو کو...... باپ دادا، نانا نانی کی موجودگی میں ان مقامات کی کیا تشریح کرتے ہوں گے۔ اس سے ہندو مذہب کی سوچ، عقائد، نظریات اور اخلاق کے بارے میں ایک رائے بنانے میں مدد ملتی ہے۔

دوسری طرف ہند میں مسلمان بادشاہ بھی حکمران رہے جن میں سب سے طویل اور 'بھارت گیر' غلبہ مغل دور کا ہے۔ زیادہ تفصیل میں نہ جائیں۔ اکبر بادشاہ مذہبی انسان تو کیا اپنی مسلمانی کے بارے میں 'دین الٰہی' ایجاد کر کے "ھم یومئذ اقرب للکفر من الایمان" کا مصداق تھا تاہم اس کے مقبرے پر بھی 'ننگے بت'، بے حیائی، عریانی، فحاشی کے مناظر آج بھی نہیں نظر آتے شاہ جہاں بادشاہ اکبر بادشاہ سے بہتر مسلمان تھا بادشاہ تھا وسائل تھے مسلمان مؤرخین اُسے کوئی 'ولی اللہ' بنا کر پیش نہیں کرتے اس کی اکلوتی بیوی...... ممتاز محل اس کی محبوبہ تھی اسی سے اس کے ہاں چودہ اولادیں ہوئیں اگر شاہ جہاں کا مزاج عیاشی اور بدکاری کا ہوتا تو وہ کئی بیویاں اور داشتائیں اپنے 'حرم' میں داخل کر لیتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔ اس کی بیوی ممتاز محل فوت ہوئی تو صرف اسی کردار اور عفت و عصمت کی سوچ کی وجہ سے ہی اُسے بیوی کے انتقال کا ازحد صدمہ ہوا اور اس نے اس کی یادگار تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا تو ''تاج محل'' کے نام سے اپنے نظریات کی روشنی میں ایک 'پیکرِ محسوس' صفحۂ ہستی پر منتقل کر دیا عام ذہن یہ تسلیم کرے گا کہ یہ ایک محبت کی نشانی ہے اور مقتدر با وسائل بادشاہ کی تعمیر کردہ عمارت ہے اس میں اگر ننگے بت ہوتے، جنسی مناظر مجسمائے جاتے اور خشتِ اوّل سے خشتِ آخر تک سجا دیے جاتے کوئی اس پر بہت زیادہ معترض نہ ہوتا کہ یہ تو ہے ہی محبت کی نشانی۔

مگر آفریں ہے شاہ جہاں کی مسلمانی سوچ اور مذہب اسلام کی پاکیزہ تعلیمات پر کہ ایک مقتدر باوسائل بادشاہ کی محبت کی یادگار میں ایک بت نہیں ہے آیات قرآنی میں صاف ستھرا سفید پتھر سے تعمیر شدہ، ہوادار روشن تاج محل ہے جس کے احاطے میں ایک مسجد ہے۔ تعمیراتی توازن (SYMMETRY) قائم رکھنے کے لئے مقبرے کے مشرقی جانب مسجد نما مہمان خانہ ہے مسجد

بناتے تو قبر کو سجدے کا شائبہ ہوتا۔ حتیٰ کہ شاہ جہاں اور ممتاز محل کا کوئی بے لباس تو کیا بالباس مجسمہ بھی وہاں نصب نہیں ہے۔ ایک طرف ہندومت کی 'مذہبی عمارتیں' اور 'عبادت گاہیں' جو 'کھجوراہو مندروں' کی شکل میں وسطی ہند میں موجود ہیں (بلکہ پورے بھارت اور نیپال اور مشرقی بعید میں بھی پھیلے ہوئے ہیں)۔ جہاں بے حیائی کے ایسے مناظر ہیں کہ کوئی شریف النفس آدمی فیملی کے ساتھ تو کیا اکیلا بھی جانا پسند نہ کرے نامعلوم آج کا باضمیر ہندو ان مندروں کی یاترا کے دوران اپنے بچے بچیوں کے سامنے اس کی کیا توجیہ پیش کرتا ہوگا۔ دوسری طرف ایک مسلمان بادشاہ کی محبت کی یادگار ہے جو اتنی پاکیزہ، صاف شفاف اعلیٰ انسانی اقدار کی حامل اور فن تعمیر کا جیتا جاگتا شاندار نمونہ ہے۔ یہ تاج محل ہندومت اور اس کی تہذیب کے منہ پر ایک طمانچہ سے کم نہیں۔ کیا کھجوراہو ٹمپلز (KHAJURAHO TEMPLES) اور تاج محل کے "ICON" رکھنے والی دو قومیں ایک ہوسکتی ہیں.....کوئی عقلمند، باشعور، باضمیر اور COMMON SENSE رکھنے والا شخص اس کے حق میں رائے نہیں دے سکتا۔

03۔ مشرق وسطیٰ اور یورپ کا رومی معاشرہ

رومی سلطنت اور ROMAN LAW آج دنیا میں حکومت اور قانون کی حکمرانی کے لئے مثال (SYMBOL) کی حیثیت سے متعارف کرائے گئے ہیں (اور یقیناً ایسا کرنیوالے ان سفاک رومیوں سے زیادہ بدمعاش اور غنڈے ہی ہیں کہ ایسے ننگ انسانیت انسانوں اور ننگ انسانیت قانون کو بطور IDEAL اپنائے ہوئے ہیں اور متعارف کرا رہے ہیں) یہ تبصرہ بھی جناب محسن فارانی کی زبانی سنیئے:

''بدچلنی اور زناکاری میں روم نے یونان کو بھی مات کر دیا۔ مؤرخ لیکی لکھتا ہے: ''مختلف علاقوں سے رومی فاتح لوگوں کو اسیر کر کے اپنے ہاں لانے لگے تو روما کی حالت عصمت فروشی کے بازار جیسی ہوگئی۔ یونانی اور اسکندریہ کے غلام حسن و جمال میں لاجواب ہوتے۔ زہرہ دیوی (VENUS) کے مندروں میں بدکاری مباح تھی۔ دوسری صدی عیسوی میں بدکار ملکہ فوسٹینا نے اپنے متعدد عاشقوں کو سلطنت کے اعلیٰ عہدوں پر ترقی دی رومی سینیٹ کی منظوری سے اسے دیوی کا درجہ مل گیا حتیٰ کہ روم کے مندروں میں جونو' وینس (زہرہ) کیرس اور دیگر دیوتاؤں کے ساتھ

فوسٹینا کا بت بھی پوجا کے لئے رکھ دیا گیا یونان کے مانند روم میں بھی اسقاطِ حمل کوئی مجرمانہ فعل نہ تھا۔............غلاموں کے معاملے میں رومی اس قدر ظالم تھے کہ ایک مرتبہ شاہ فلامینیس نے اپنے مہمان کی تفریح کے لئے اسے ایک غلام ذبح کیے جانے کا تماشا دکھایا۔ جبکہ ویڈیسی بولیو نامی رومی سردار اپنی پالتو مچھلیوں کو اپنے غلاموں کا گوشت کھلایا کرتا تھا۔ بروٹسی نے اپنے ایک مقروض کو بھاری سود ادا نہ کرنے کے جرم میں قید کرا دیا اور جیل میں اسے بھوکا مروا ڈالا۔ رومی حکمران اس قدر سنگدل تھے کہ گیارہ لاکھ انسانوں کا خون جولیئس سیزر کی ہوسِ فتوحات کی نذر ہوا۔ رومیوں نے نیرو کے باغ کی روشنی کا تماشا نہایت دلچسپی سے دیکھا جو عیسائی قیدیوں کے کرتوں پر تیل چھڑک کر آگ لگانے سے پیدا ہوئی تھی اور جس سے وہ مظلوم جل کر مر گئے۔ شاہ گیلرس اور ہیلیو گیوس کھانا کھاتے وقت یہ تماشا دیکھا کرتے تھے کہ جنگلی جانور قیدیوں کو چیر پھاڑ رہے ہیں۔'' (اُردو ڈائجسٹ جنوری 11ء، صفہ 62)

04۔ مزدک اور زرتشت کا ایران ایران میں بھی اپنی ہم عصر تہذیبوں کی طرح خدا ناشناسی، خدا بیزاری، بے حیائی، ظلم وسفاکی، کمزور طبقات کی حق تلفی کو فروغ حاصل ہوا، بادشاہ انتہا درجے کے ظالم تھے اُن کے عہدیدار اور اعیانِ حکومت (آج کل کے MPA's اور MNA's) اپنے بادشاہوں کے نقشِ قدم پر چلتے تھے۔ مزدک کے نظریات نے انسان کے احسن تقویم سے اسفل السافلین تک گرنے کے عمل پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ اس دور میں خواتین کی بے حرمتی کوئی جرم نہیں تھا اور عورت معاشرے کے مردوں کی 'مشترکہ متاع' سمجھی جاتی تھی۔ بے حیائی اور بدکرداری اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی انسانیت منہ چھپائے بیٹھی تھی۔ یہی بے حیائی ان کے آرٹ، مجسمہ سازی، شاعری، ادب اور فنِ تعمیر سے بھی ظاہر تھی۔

05۔ یورپ 800ء سے 1500ء تک (DARK AGES)

آج کا یورپ علمی اعتبار سے جتنی بددیانتی کرتا ہے شاید تاریخ میں کبھی نہیں ہوئی۔ اسلام کے آنے سے جو اخلاقی اقدار میں انقلاب آیا، انسانیت کا احترام، کمزوروں کے حقوق، عورت کی عزت، بے حیائی و بدکرداری کی سخت سزائیں، شراب نوشی پر پابندی وغیرہ کے قوانین

نے ایک جنت نظیر معاشرے کوجنم دیا، جہاں حرص و ہوا کی بجائے شائستگی،عزت، باہمی احترام، عورت کا انسانی احترام اور حقوق جیسی خوبیاں تھی۔ جبکہ اسی عرصے میں قریب میں یورپ ظلمت، گمراہی اور جہالت کی اتھاہ گہرائیوں میں دورِظلمت (DARK AGES) سے گزر رہا تھا اور اسی یورپ میں مسلم سپین ایک روشن نگینہ کی طرح چمک رہا تھا اور علم و ہنر پھیلا رہا تھا۔ اس زمانے میں بھی سپین کی گلیاں پختہ تھیں، رات کو روشنی کی جاتی تھی، یورپ کے نوجوان سپین کے شہروں غرناطہ اور اشبیلہ وغیرہ میں اس طرح آتے تھے جیسے لوگ آج کل برطانیہ اور امریکہ جاتے ہیں اس فرق کے ساتھ کہ آج برطانیہ اور امریکہ آنے والے لوگوں کو بے حیائی، بدکرداری اور غلامی کے طریقے سکھاتے ہیں جبکہ سپین کے اساتذہ علم و ہنر، اخلاق و کردار، خداشناسی اور راست بازی سکھاتے تھے اور خود بھی اس کا نمونہ تھے۔ یورپ کی حالت بھی ملاحظہ فرمایئے:

’’حکومتیں خون ریز جنگوں میں مشغول رہتیں۔ وہ تمدن انسانی کے کارواں میں دنیا سے بہت پیچھے اور علوم وفنون سے بہت دور تھیں۔ ان کے جسم گندے اور دماغ اوہام و خرافات سے بھرے ہوئے تھے۔ صفائی کے لئے پانی کا استعمال انتہائی کم تھا۔ ان کے پادری اور راہب جسم کو اذیت پہنچاتے اور انسانوں سے معاملات میں نہایت درجہ متشدد اور انتہا پسند تھے۔ ان کے یہاں ابھی تک یہی بات طے نہیں ہوئی تھی کہ عورت انسان ہے یا حیوان؟ اور اسکے اندر ابدی و غیر فانی روح ہے یا نہیں؟ عورتوں کو ملکیت اور خرید و فروخت کا حق حاصل نہ تھا۔ رابرٹ بریفالٹ لکھتا ہے: ’’پانچویں صدی سے لے کر دسویں صدی تک یورپ پر گہری تاریکی چھائی رہی۔ یہ تاریکی تدریجاً زیادہ گہری اور بھیانک ہوتی گئی۔ اس کی مثال ایک بڑے تمدن کی لاش کی سی تھی جو سڑ گئی ہو۔ اس تمدن کے نشانات مٹ رہے تھے اور اس پر زوال کی مہر لگ چکی تھی۔ وہ ممالک جہاں یہ تمدن برگ و بار لایا اور گزشتہ زمانے میں اپنی انتہائی ترقی کو پہنچ گیا تھا جیسے اٹلی‘ فرانس‘ وہاں تباہی طوائف الملوکی اور ویرانی کا دور دورہ تھا۔‘‘ (اُردو ڈائجسٹ جنوری 11ء صفحہ 64)

خدانا شناس قدیم تہذیبوں کے اس تذکرے سے یہ نتیجہ آسانی سے نکالا جاسکتا ہے کہ وہ کسی درجے میں انسانیت کے لیے مثالی (IDEAL) یا نمونہ نہیں ہوسکتیں۔ جبکہ جدید مغربی تعلیمی درسگاہوں میں انہیں ایک IDEAL کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

حالیہ مغربی تہذیب کے اجزائے ترکیبی
اور حقوق نسواں

جدید تہذیب پر عربوں کے احسان مسلمانوں کی مشرق وسطی میں حکومت کے زوال اور بالآخرہ 1258ء میں سقوط بغداد کے بعد یورپ میں عالمی سطح پر ایک خلا کے تصور کے تحت اُمنگ پیدا ہوئی۔ مسیحی یورپ اور یہودی کارپروازوں (صہیونیوں) نے مل کر اسلام اور اسلامی حکومتوں کو پیچھے دھکیلنے اور خود عالمی سطح پر رول ادا کرنے کا خواب دیکھا۔ حالانکہ صہیونی اور مسیحی دونوں سپین کے مسلمانوں کی صلاحیتوں اور علم کی روشنی سے خوب لطف اندوز ہوئے تھے تاہم اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے اٹھان سے 1492ء میں سقوط غرناطہ ہوگیا اور مسلم اقتدار یورپ سے ختم ہوگیا۔ تاہم ......اہل کتاب کے منصوبوں کے علی الرغم ابھی قدرت کو کچھ اور منظور تھا 1453ء سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ سے رومی اقتدار ختم کر کے مشرق سے براعظم یورپ میں اسلام کا راستہ کھول دیا جس سے نصف یورپ عثمانیوں کے زیر نگیں ہو گیا۔ 1492ء میں کولمبس ایک مسلمان گائیڈ کے ہمراہ امریکہ پہنچنے میں کامیاب ہوگیا تو یہودی تو امریکہ منتقل ہوتے چلے گئے تاہم یورپ سے فائدہ اُٹھانے اور اپنی ڈگر پر چلانے کی پالیسی جاری رکھی۔

جدید تہذیب کی اٹھان یورپ نے مسلم سپین کے سائنسی انکشافات کو آگے بڑھایا تو عیسائیت اور پاپائیت آڑے آ گئی لہٰذا......سائنسی تحقیق کے عاشقوں نے اپنا رویہ غیر مذہبی کر لیا کہ مذہب (عیسائیت) میں تحقیق و جستجو اور سائنسی ترقی کی گنجائش نہیں بعد ازاں مارٹن لوتھر کے ذریعے یہود نے عیسائیت کے دو حصے کر دیے اور پروٹسٹنٹ کے نام سے ایک مسیحی فرقہ بنانے میں کامیاب ہوگئے یہ فرقہ حضرت مسیح علیہ السلام کو ماننے بغیر اور بائبل کے احکام پر عمل کئے بغیر عیسائی تھا۔

اگلے قدم پر یہود نے پروٹسٹنٹ کے ذریعے یورپ سے سود کی اجازت لے لی اور بینکنگ کا عالمی نظام جاری کر دیا اور اس طرح یہود کے ذریعے عالمی وسائل پر تین چار صدیوں میں مکمل قبضہ ہو گیا۔

ایک اہم مغربی مصنف کی گواہی سائنسی ترقی کے ذریعے یورپ میں صنعتی انقلاب آ گیا اور یورپی اقوام پوری دنیا کی تسخیر کے لئے نکل کھڑی ہوئیں اور 18 ویں صدی تک ساری دنیا کے خشک حصے پر قابض ہو چکی تھی کہیں بالواسطہ کہیں بلاواسطہ، مغربی اقوام کا یہ قبضہ کسی نظریے اور انسانی بہبود کے جذبے سے عاری تھا بلکہ وہ لوٹ کھسوٹ کا نصب العین رکھتے تھے۔ ''تہذیبوں کے تصادم'' کا مصنف سیموئل پی ہنٹنگٹن لکھتا ہے کہ اس مغربی غلبے کی حقیقت کیا تھی؟

> ''......1500ء سے 1750ء کے درمیانی عرصے میں پہلی عالمی سلطنت کو قائم کرنے میں مغرب والوں کی کامیابی کا دارومدار ان کی جنگی استعداد میں اضافہ تھا۔ جس کو فوجی انقلاب کا نام دیا گیا ہے۔ **مغرب نے دنیا کو اپنے نظریات یا اقتدار یا مذہب کی وجہ سے فتح نہیں کیا تھا بلکہ اس وجہ سے فتح کیا کہ منظم تشدد کرنے میں اس کو برتری حاصل تھی۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کو مغرب کے لوگ تو بھول جاتے ہیں لیکن غیر مغربی لوگ فراموش نہیں کر سکتے''** (ترجمہ عبدالمجید طاہر)

بے پناہ مظالم اس غلبے کی اساس تھے اس قدر مظالم کہ یورپی اقوام رومی ظالم حکمرانوں کو بھی مات دے گئے۔ اس قبضے کے لئے عالمی حکومت کے قیام کے لئے برطانیہ کو چلا گیا اور وہاں مذہب دشمنی کی وجہ سے قدیم یونانی علوم (جو لادینی پر مبنی تھے اور ابلیسی مزاج رکھتے تھے) کو فروغ دیا گیا۔ حکومت کے لئے نظام قانون کی ضرورت تھی اور عیسائیت قانون سے تہی دامن ہے پروٹسٹنٹ کوئی اثاثہ نہیں رکھتے تھے لہٰذا قدیم رومی قانون کو قانونِ سلطنت قرار دیا اور اس طرح یونانی اور رومی ذہن کے ساتھ عالمی سلطنت کو مستحکم کرنے کا عمل شروع ہوا۔

اس عمل کو آگے بڑھنا ہی تھا...... یونانی اور رومی نفسیات کے عین مطابق عورت کو باقاعدہ ایک مہم کی شکل دی گئی اور اس کو خوش نما عنوان 'تحریک حقوق نسواں' دیا گیا۔ حالانکہ یورپ کا عیاش مرد، یہ سب کچھ اپنے حرص و ہوا کے شیطانی جذبات کی تسکین کے لئے کر رہا تھا۔ اس کے

تحت منظّم طریق پر عورت کو گھر سے باہر نکالا گیا اور آج یورپ اور امریکہ میں عورت کی جو حالت زار ہے اس کا اندازہ مشرق کا عام انسان کر ہی نہیں سکتا۔ مسیحی اور صہیونی نظریات کے تحت دنیا کو سیکولر انداز میں چلانے کے لئے نئی سوچ اور نئے نظریات کی ضرورت تھی لہٰذا ڈارون کا فلسفہ، مارکس کا فلسفہ، ایڈلر کا فلسفہ، فرائڈ کا فلسفہ سامنے لایا گیا اور انسان کو ایک حیوان ثابت کر دیا گیا۔ مرد و عورت کو بازار کی جنس بنا دیا گیا۔

اس ساری کاوش کا زیادہ فائدہ صہیونیت یا پروٹسٹنٹ فرقہ کے لوگوں کو ہوا جو عرصہ سے پوری دنیا پر قبضے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ جبکہ باقی دنیا غلام بن گئی اور اپنے قدرتی وسائل سمیت اپنے کلچر، تہذیب اور اخلاق سے بھی محروم کر دی گئی۔ علامہ اقبال نے ایک صدی قبل جواب شکوہ میں کہا ہے:

عہدِ نو برق ہے، آتش زنِ ہر خرمن ہے　　　ایمن اس سے کوئی صحرا نہ کوئی گلشن ہے
اس نئی آگ کا اقوامِ کہن ایندھن ہے　　　ملتِ ختمِ رسلؐ شعلہ بہ پیراہن ہے

چار صدیوں کی اس مغربی ترقی کا حاصل یہ ہے کہ آج مغربی عورت دنیا کی مظلوم ترین صنف ہے اور جانوروں کی سطح پر زندگی گزار رہی ہے۔

صنعتی انقلاب کے بعد جدید مغربی تہذیب

قدیم تہذیبیں جو اپنے خالق و مالک کو بھلا بیٹھیں اور نافرمانی کر کے بالآخر تباہ و برباد ہو گئیں ان میں اور جدید/حالیہ تہذیب میں بعض باتیں تو یقیناً مشترک ہیں مگر ایک بات میں بڑا بنیادی فرق ہے۔

حالیہ مغربی تہذیب اور سابقہ تہذیبوں کا بنیادی فرق یہ ہے کہ سابقہ تہذیبیں اکثر و بیشتر فلسفیانہ تھیں جیسے یونانی تہذیب یا قوت و جبر کی بنیاد پر تھیں جیسے رومی تہذیب۔ جبکہ آج کی مغربی تہذیب کا خمیر بنیادی طور پر عیسائی دنیا سے اٹھا ہے اور جسے ہر ممکنہ حد تک صہیونی تائید حاصل ہے لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ یہ تہذیب آسمانی ہدایت سے آشنا تہذیب ہے جہاں خدا کا تصور ہے، آخرت کا تصور ہے، وحی کا تصور ہے، انبیاء و رسل علیہم السلام کا ادارہ تسلیم کیا جاتا ہے، آسمانی شریعت (LAW) کا وجود ہے اس میں مذہبیت کا پورا ڈھانچہ (STRUCTURE) موجود ہے۔ تاہم

نتائج کے اعتبار سے چار پانچ صدیوں بعد آج جہاں مغربی تہذیب نے انسانیت کو لا کھڑا کیا ہے وہ ایک ایسا گھاٹ اور بندرگاہ ہے جہاں سے فنا کی وادی شروع ہو جاتی ہے۔ یہ تہذیب اپنی تفصیلات، بنیادی اصولوں، مضمرات اور طرزِ زندگی کے اعتبار سے بظاہر سابقہ تہذیبوں ہی کی طرح نظر آتی ہے لیکن گمراہی اور خدا بیزاری و خدا ناشناسی کی شدت نے اسے سابقہ تہذیبوں اور تمدنوں سے زیادہ خطرناک اور نمایاں کر دیا ہے اس میں صنعتی ترقی و سائنسی اکتشافات کو بھی دخل ہے تاہم سابقہ تہذیبوں کے نقوش پا پر ہی جا رہی ہے۔قرآن مجید فرماتا ہے:اَتَوَاصَوْا بِهٖ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ (53:51) ''کیا یہ لوگ ایک دوسرے کو اسی بات کی وصیت کرتے آئے ہیں بلکہ یہ شریر لوگ ہیں''......یعنی ہر گمراہ قوم راہ حق سے گریز کے نتیجے میں اہل حق کی مخالفت اور 'حزب اللہ' سے ٹکرانے کی پالیسی میں یکساں نظر آتی ہے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ یہ قومیں ایک دوسرے کو 'وصیت' 'نصیحت کر جاتی ہیں۔آپ مطالعہ کریں قدیم بھارت کا چانکیہ ہو، اٹلی کا میکاولی ہو یا چین کا............سب کی اجتماعی سوچ اور فلسفہ ایک ہی ہے۔

چنانچہ 'تہذیبوں کا تصادم' نامی کتاب میں اسکا مصنف HUNTINGTON مختلف تہذیبوں کا اسی بنیاد پر ذکر کرتا ہے کہ وہ سب تہذیبیں دراصل حالیہ تہذیب سے کسی نہ کسی درجے سے ہم آہنگ ہیں سوائے 'مسلم تہذیب' کے کہ وہ تہذیبوں سے نوعیت کے اعتبار سے ہی مختلف ہے مغرب کے حالیہ عالمگیر غلبہ کی داستان رقم کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے کہ یہ غلبہ کسی معقول فکری بنیاد یا فلاح انسانیت کے نئے نظریے یا مثبت اور تعمیری سوچ کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ بے پناہ ظلم اور جبر کا نتیجہ تھا۔

اس مغربی تہذیب کے اجزائے ترکیبی کا جائزہ لیں اور گزشتہ پانچ صدیوں میں کامیابیوں کے سفر کا تجزیہ کریں تو ہر معقول تجزیہ نگار کو یہ بات نظر آئے گی کہ سابقہ تہذیبوں کے برعکس ایک پس پردہ قوت بالارادہ اور پوری یکسوئی اور عزم مصمم کے ساتھ ایک خاص مقصد کے تحت ایک خاص سمت میں بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے حتیٰ کہ آج یہ تہذیب مکمل طور پر اس مؤثر اقلیتی گروہ کے ہاتھ میں کھلونا کی طرح ہے وہ اسے جہاں چاہیں اور جیسے چاہیں آگے بڑھا دیتے ہیں۔

اس مغربی تہذیب اور اس کے پیچھے نادیدہ ہاتھوں کے ذریعے جو اہم اقدامات ہوئے ہیں ان کا ریکارڈ انٹرنیٹ پر موجود بے شمار حقوقِ انسانی کی انجمنوں کی ویب سائٹس پر درج ہے

اسے وہاں سے دیکھا جاسکتا ہے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ ہم یہاں ان کا حاصل ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں۔

امریکہ میں گزشتہ 250 سال میں کیے گئے اقدامات پر نظر دوڑائیں تو ان اقدامات اور قانون سازی سے ہی واضح ہے کہ وہاں کی خواتین پہلے کس قعر مذلت میں گری ہوئی تھیں اور انہیں انسان بھی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ یورپی چرچ تو عرصے تک عورتوں کو انسان سمجھنے سے ہی گریز کرتا رہا۔

امریکہ میں تحریک حقوق نسواں کے سلسلے میں پہلا قانون 1701ء میں پاس ہوا۔ جس کے تحت برطانیہ میں نافذ کئے گئے ایک قانون کو اختیار کیا گیا کہ عورت شادی کے بعد اپنی LEGAL STATUS کھودیتی ہے اور وہ مرد کی شخصیت کا حصہ بن جاتی ہے لہٰذا اُسے جائیداد رکھنے کاروبار کرنے اور علیحدہ تشخص کا کوئی حق نہیں ہے۔ گویا شادی سے دور رہنے کی ترغیب دیدی گئی۔

2001ء میں سپریم کورٹ کے ایک فیصلے کے مطابق عورتوں کو دفتروں، کارخانوں، دکانوں، رستورانوں جہاں بھی وہ کام کرتی ہیں پریشان کیا جاتا ہے اور وہ عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ قانون کے باوجود اُن کے دفتری اوقات کے دوران اُن کے ساتھی اور اُن کے BOSS انہیں جنسی طور پر پریشان کرتے ہیں۔ نیویارک میں صرف ایک نشریاتی ادارہ CBS میں شکایت پر اعلیٰ عدالت نے 200 ملین ڈالر جرمانہ کیا جو اس کمپنی کی 200 خواتین کو COMPESATION کے طور پر ادا کرنا پڑا۔ ع قیاس کن زبہار من خزاں مرا

اسی سے قیاس کر لیجئے کہ آج کی ترقی یافتہ دنیا میں حقوق کے غلغلے کے باوجود وہاں کی عورت کس کرب اور دکھ کا شکار ہے۔

برطانیہ میں قانون سازی کے ذریعے عورتوں کے حقوق کی بازیافت اور تحفظ کے سلسلے میں اقدامات کا حاصل یہ ہے کہ......مغرب میں عورت کو ملکی معاملات میں رائے کا حق آج سے صرف 80 سال پہلے ملا۔ جائیداد رکھنے کا حق اس کے بعد ملا۔ اس کے بعد کاروبار کرنے کا حق ملا۔ جبکہ امریکہ جیسے جمہوریت کے چمپئن ملک اور حقوق نسواں کے داعی ملک میں عورت صدارت کے عہدے تک آج تک نہیں پہنچ سکی۔ سفید فام اور سیاہ فام لوگوں کے جھگڑے الگ ہیں۔ جہاں صرف رنگت کی بنیاد پر بے پناہ نفرت اور قتل وغارت ہے۔

وحی آسمانی سے انکار اور سیکولر انداز فکر کے ساتھ تجدید علوم کے بعد
پروان چڑھنے والے مغربی افکار کے زیر اثر

اقوامِ مغرب کا ''مثالی معاشرہ''

بیسویں صدی کے تیسرے عشرے کے اختتام تک سارے مغربی افکار سامنے آ چکے تھے اور مغربی معاشرہ ان افکار میں ڈوب کر ان کا رنگ اختیار کر چکا تھا...... یا بالفاظ دیگر یوں کہنا زیادہ بہتر ہے کہ خدابیزاری اور خداناشناسی کے اصول، آسمانی ہدایت کے بندھنوں سے آزادی اور اخلاقی ضوابط کی حد درجہ تخفیف کے باعث اباحیت پرستی کی بے نور مشعلوں کے زیر اثر جو ''مثالی معاشرہ'' بانیانِ فکر مغرب نے انسانیت کو تحفہ میں دیا اس کے خدوخال پر تو علامہ اقبال نے 80 سال قبل یہ تبصرہ کیا ہے:

بے کاریٔ و عریانیٔ و مے خواریٔ و افلاس
کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کے فتوحات

تاہم............ بیسویں صدی میں درجہ بدرجہ یہ مغربی معاشرہ جن مراحل سے گزرا ہے وہ مختصراً ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں:۔

مغرب کا اخلاقی زوال............ قدم بہ قدم

آپ دیکھیں گے کہ جدید دور کی چکا چوند اور نگاہوں کو خیرہ کرنے والی چمک دمک کے باوجود انسان اخلاقی طور پر ہندوستان اور یونان کے دور کے ''حیوانی معاشرہ'' کی سطح پر سے بھی کہیں نیچے گر گیا ہے، سو یا پچاس سال پہلے مغرب میں جسم کے ساتھ روح کے ماننے والے یا اخلاق و کردار کے علمبردار یا آسمانی وحی کا اثبات کرنے والے اور انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا پرچار کرنے والے آپ کو مل جائیں گے مگر اب وہاں شاذ و نادر ہی ایسا کوئی ذی روح مل سکتا ہے۔ اخلاقی لحاظ سے مغرب کی یہ گراوٹ اور زوال کیسے ممکن ہوا؟ آیئے بیسویں صدی کے چند چیدہ چیدہ اہم واقعات پر نگاہ ڈالتے ہیں جس سے آپ پر بھی آج کے مغرب کے انسان کی 'باطنی کیفیت' روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آ جائے گی۔

1۔ کیمرہ اور اس کی تصاویر انیسویں صدی کے وسط تک مغرب میں عام ہو چکے تھے تاہم تصاویر کو واقعات کی شکل دینا (متحرک تصاویر یا فلم) شدید انسانی خواہش تھی جس کے لئے مسلسل محنت اور تجربات کے بعد تصویروں کو حرکت دے کر تیزی سے چلانے کا تجربہ کامیاب رہا اس سے

انسانی آنکھ پر حقیقی انسانی زندگی کا تصور ابھرتا تھا۔

2۔ 1892ء میں اس کی عملی شکل یہ سامنے آئی کہ سینما ایجاد ہوا۔ سینما سکرین، فلمیں، سینما گھر، سٹوڈیوز، فلم ایکٹرز (اور ایکٹریسز) اور اس سے متعلق سارے لوازمات تیزی سے پھیلتے چلے گئے۔ اگلے دس سالوں میں سینما امریکہ اور یورپ سے نکل کر ہندوستان تک پہنچ گیا۔

3۔ شروع میں یہ فلمیں گونگی (SILENT) ہوتی تھیں ساتھ تحریر لکھی جاتی تھی جس سے مفہوم تک رسائی ہوتی تھی۔

4۔ بیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں آواز کے ساتھ فلمیں آنا شروع ہوگئیں گویا فلمی دنیا اور سینما میں جان پیدا ہوگئی اور اس کی مقبولیت میں اضافہ ہوگیا۔ اس سے گانا بجانا، فن موسیقی وغیرہ نے عروج پکڑا اور ایک عالمی تہذیب وثقافت کا آغاز ہوگیا۔ اہل فکر ونظر نے اندازہ لگایا کہ ایک صدی میں یہ لازماً اس سائنسی ترقی کے ذریعے ساری دنیا پر اپنی پسند کی ایک تہذیب وثقافت کی بالادستی قائم کی جاسکتی ہے۔

5۔ اسی دوران میں ریڈیو ایجاد ہوگیا گویا روزمرہ حالات کی خبریں مشرق ومغرب میں پھیلنا شروع ہوگئیں اور یوں زمینی فاصلے کم ہوتے محسوس ہونے لگے۔

6۔ ٹیلی وژن کی ایجاد نے ایک قدم اور آگے بڑھا دیا اور آواز کے ساتھ تصویر کی نمائش کی انسانی خواہش نے عملی جامہ پہنا اور ٹی وی نشریات کا آغاز ہوگیا۔

7۔ سفر کے میدان میں 1904ء میں پہلی کامیاب پرواز کے بعد امریکہ میں 1925 - 1930ء کے قریب کمرشل پروازوں کا آغاز ہوگیا جس سے زمین سکڑتی ہوئی محسوس ہوئی اور عالمی تہذیب کے علمبرداروں کے مقاصد کی کامیابی نگاہوں کے سامنے آگئی۔

8۔ ایک مخصوص عالمی گروہ نے ان سب ایجادات کو کچھ خاص مقاصد کیلئے استعمال کرنے اور عام انسان کو صرف پیٹ اور جنس کی تسکین تک محدود کرنے کی تگ ودو میں تیزی سے کامیابیاں حاصل کیں۔ ان ایجادات سے ملٹی نیشنلز کمپنیوں کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئی۔

9۔ مغرب میں اخلاقی زوال کی بنیادیں تو بہت پرانی ہیں اور یونانی فلسفہ کی ترویج سے اس کے ڈانڈے ملتے ہیں۔ یورپ یقیناً ساتویں صدی عیسوی میں ہی اس دور جاہلیت (DARK AGES) سے نکل آتا مگر قیصر روم کے 628ء میں پیغمبر اسلام ﷺ کے خط کو پہچاننے کے باوجود قبول نہ کرنے کے فیصلہ نے پورے یورپ (اور امریکہ) کو اگلے ہزار سال کے لئے قعر مذلت میں دھکیل دیا تا آنکہ سقوط غرناطہ کے بعد یورپ میں علم وہنر کی روشنی مسلمانوں کے ذریعے پہنچی،

اس علمی محرومی اور اخلاقی تہی دامانی کی وجہ سے عیسائی مغرب میں اخلاق کے معیارات کا ریکارڈ کوئی قابل فخر بات نہیں ہے۔

(I) اس پر مستزاد یہ کہ انیسویں صدی میں انسان کے بارے میں ڈارون کے فلسفہ ارتقا کا نظریہ بڑی منصوبہ بندی سے عام کیا گیا کہ انسان بس ایک ترقی یافتہ حیوان ہے۔ اس فلسفہ کے ذہن میں اتر جانے سے اخلاقی زوال کے اگلے مراحل یکسر آسان ہو گئے اور حق کے مقابلہ میں باطل کی راہ دلفریب تو تھی ہی آسان بھی ہو گئی۔

(II) بیسویں صدی کی پہلی تین دہائیوں میں سگمنڈ فرائڈ کے نظریات جب سامنے آئے تو بس جیسے پٹرول کو دیا سلائی دکھائی جائے تو آن واحد میں آگ لگ جاتی ہے اسی طرح ڈارون تھیوری سے متاثر مغرب کے لئے فرائڈ کے نظریات نے دیا سلائی کا کام کیا اور امریکہ (بشمول مغرب) عملاً حیوان بن گیا۔ رہی سہی کسر منصوبہ بندی سے کام کر کے اس کو عام کرنے اور کمرشلزم (ہر کام میں انسانوں کا استحصال مالی فوائد حاصل کرنا) نے پوری کر دی، سینما ہو یا ٹی وی ریڈیو ہو یا اخبار کتاب ہو یا رسالہ ہر چیز میں یہی نظریہ عام کرنے کی دوڑ لگ گئی اور انسان اس کا شکار ہو کر رہ گیا۔

10۔ بیسوی صدی کی چوتھی دہائی میں امریکہ میں رنگین ٹی وی آ چکا تھا جس سے گھر بیٹھے حقیقی مناظر کا لطف اٹھایا جا سکتا تھا۔ ایک امریکی جریدہ (LIFE) نے اسی دوران ایک اشاعت میں گھریلو زندگی کی عریاں تصاویر کو فروغ دیا اور اپنے رسالے میں مفت چھاپنے کا بندوبست کر دیا۔

11۔ مغرب کی سردی اور دھوپ کی کمی سے وہاں ایک خاص مزاج ہے کہ گرمیوں میں ساحل سمندر پر بے لباسی کی حالت میں دھوپ تاپنا ایک ضرورت تھی اس کو TOURISM کی شکل دے کر خوب فروغ دیا گیا۔

12۔ ساحل سمندر پر نہانے کا لباس سال کے دوران ایک مختصر مدت میں استعمال ہوتا تھا اس کو SWIMMING POOLS اور LUXURY HOTELS کے کلچر کے ذریعے عام کر دیا گیا اور بے لباسی، عریانی کو مغرب کا شعار بنا دیا گیا۔

13۔ معاشرت اور فن تعمیرات میں ملحقہ غسل خانہ (ATTACHED BATHROOM) کے تصور اور ایئر کنڈیشنر کی ایجاد سے بے لباسی کو فروغ ملا (یاد رہے کہ امریکہ میں AC اور فریج 1920ء کے لگ بھگ ترقی پذیر تھا) اس پر مغربی معاشرہ کے مفکروں نے DOUBLE BED کا تصور دیا جس سے بچپن سے ہی معصوم ذہنوں میں جنسی اختلاط

اور جنسی جذبات کے فروغ اور انگیخت کو شہ ملی اور قریبی رشتوں کے تقدس کو پامال کر دیا گیا۔

14۔ فرائڈ کے نظریات کے عام ہونے سے کمرشلزم کو ایک نیا فیلڈ مل گیا۔ 1930ء کی دہائی میں امریکہ (اور غالباً یورپ میں بھی) گھر گھر سروے کرایا گیا جس سے بے حیائی اور عریانیت کو فروغ دینا تھا جس سے ہر گھر میں مردوں کے کام پر چلے جانے کے بعد خواتین سے بے حیائی کو فروغ دینے والے سوال پوچھے جاتے تھے اور 'راز داری' کا وعدہ کر کے غیر شعوری طور پر بے حیائی پر اکسایا جاتا تھا۔ (ایک سوال مثلاً یہ تھا کہ تم نے کبھی پڑوسی مرد سے تعلقات قائم کرنے کی کوشش کی؟ جواب ہاں میں ہو یا ناں میں آئندہ کی منصوبہ بندی کے لیے ایک بے حیائی کا راستہ کھل گیا۔ یاد رہے کہ ایک جاننے والے نے بتایا ہے کہ اس طرح کا سروے پاکستان کے بھی کچھ مخصوص علاقوں میں گزشتہ چند سالوں سے جاری ہے۔)

15۔ عریانیت کے میدان میں تیراکی کے لباس کی مقبولیت، عریاں تصویریں، مقابلے، ماڈلنگ کا آغاز، نائٹ کلب اور کلر ٹی وی نے بنیادی کردار ادا کیا۔ اگلے اقدام کے طور پر انسانی پوشیدہ اعضاء سے متعلق اعداد وشمار (STATISTICS) جمع کرنے کا آغاز ہوا۔ جس کی پہلی رپورٹ (KINSEY REPORT) پانچویں دہائی میں عام ہوئی جس سے ضبط تولید اور اس کے متعلق سامان کی تیاری میں رکاوٹیں صاف ہوگئیں۔

16۔ فرائڈ کے انہیں نظریات کے عام ہونے اور اکنامکس کے فروغ آبادی کے اصولوں کو ملا کر تجارت کیلئے BIRTH CONTROL سے متعلق سامان کی تیاری کا دروازہ کھول دیا گیا۔ چنانچہ 1950ء کے عشرے کے آغاز تک امریکہ میں خاندانی منصوبہ بندی کے تمام طریقے عام ہو چکے تھے۔ پاکستان میں یہ امریکی عنایات دور ایوبی میں ساٹھ کے عشرے میں وارد ہوئیں۔

17۔ فلم انڈسٹری کے فروغ، کلر سینما سکوپ، کلر ٹی وی، میوزک پاپ کلچر، فلم انڈسٹری، تجارت میں اشتہارات کا فن اور اس میں ماڈل مردوں اور عورتوں کو استعمال کرنے کے ماہرین نے مغرب میں بے حیائی کا طوفان برپا کر دیا (جیسے آج کل ہمارے ہاں ہے) اس ساری منصوبہ بندی کا اثر یہ ہوا کہ ہر معاشرہ میں جہاں پہلے اساتذہ، پروفیسرز اور اہل علم حضرات کے ساتھ مذہبی پیشواؤں کی قدر ہوتی تھی اور ان کی تقلید کا جذبہ تھا وہ کمزور ہونا شروع ہو گیا پہلے گویّوں، بینڈ باجے والوں اور آلات موسیقی بنانے والے حضرات کو عام طور پر کوئی اعلیٰ مقام نہیں ملتا تھا جبکہ مغرب میں چھوٹی سکرین اور بڑی سکرین کی بے پناہ مقبولیت کے باعث یہ لوگ اب فنکار اور معاشرے کے سب سے معزز اور VIP'S شمار ہونے لگے ان کا شمار مشہور زمانہ لوگوں (CELEBERITIES) میں

ہونے لگااوران میں ایک طبقہ مالی اعتبار سے بہت سے تاجروں سے بھی زیادہ خوشحال ہوگیا۔اس طرح کھیلوں کے میدان میں کھلاڑیوں کے سکرین پر ہروقت EXPOSURE کی وجہ سے ان کی عوامی سطح پرمقبولیت کا گراف بہت اونچا چلا گیا۔اب عوام میں فلمی ہیروز،فلم سٹارز اور کرکٹ کے کھلاڑیوں کی نقل میں ان کا سا لباس، رہن سہن، انداز گفتگو اور LIFESTYLE (بالوں کا انداز، ہیرکلر، میک اپ کا سامان، ٹی شرٹ، جین وغیرہ کا استعمال سمیت ہرادا) کی نقل عام ہوگئی جس سے عوام میں مذہبی راہنماؤں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے نمونہ ہدایت کے ستارے ہونے کا رجحان کم ہوگیا ہے اوراس کی جگہ TV STARS FILMSTARS اور CRICKET STARS نے لے لی ہے چنانچہ اس طبقہ کی عمومی بے راہ روی اور آزاد خیالی اور مذہب بیزاری کے ذریعے عوام میں ان نظریات کا سیلاب آ گیا ہے۔

18۔ ساٹھ کا عشرہ ختم ہونے پر مغربی منصوبہ ساز ذہن یہ باور کر چکا تھا کہ اب موقع ہے کہ معاشرے کو مذہب، خدا اور آخرت کے تصورات سے پاک کردیا جائے اس کے لئے ضمیر CONSCIENCE اور اخلاق کی کسک TO BE GUILTY CONSCIENCE رکاوٹ تھی چنانچہ تعلیمی میدان میں وہ اصلاحات ہوئیں (جو آج کل ہمارے ہاں امریکی خرچ پر مفت کتابیں دے کر کی جا رہی ہیں)۔جس کی رو سے نئی نسل میں اخلاق کی بنیادیں ختم کردی جائیں اورانسان کو حیوان کامل بنادیا جائے ہرطرح سے مذہب بیزار بنادیا جائے چنانچہ MORALLESS اور VALUELESS سوسائٹی کے قیام کا منصوبہ بنااوراسی کے ماتحت تعلیمی نصاب تشکیل دے کر تعلیمی اداروں میں نافذ کردیا گیا۔اس سے خالص سیکولر تعلیم کا آغاز ہوا جس کا منشا یہ تھا کہ انسان کے اندر سے مذہب کی گرفت کو ختم کردیا جائے اور اباحیت کا نظریہ (ہر چیز جائز ہے مذہبی اصطلاحات جائز/ناجائز حلال/حرام بے معنی ہیں) عام کردیا جائے۔

19۔ ٹیپ ریکارڈر، ویڈیو ریکارڈر نے بھی مہمیز کا کام دیا ڈش انٹینا اور چھوٹے ریڈیو نے میوزک کلچر کو گلی گلی پہنچا دیا بعدازاں کمپیوٹر انٹرنیٹ کے ذریعے فحاشی کو فروغ حاصل ہوا اور سب سے آخر میں CABLE NETWORK کے ذریعے انتہائی سستے داموں گھر گھر عریانی، فحاشی، ناچ، میوزک اور لاابالی پن کے متحرک تصویری مناظر کی نمائش کے جال پھیلا دیے گئے۔

آج کا مغرب ماضی کی تہذیبوں کے مقابلے میں اخلاقی اعتبار سے کہیں زیادہ گراوٹ کا شکار ہے اور کتابوں میں نصف صدی پہلے جو نظریات درج ہیں ان کو نظرانداز کرکے عملاً ان کی

تہذیب وثقافت جونقشہ پیش کررہی ہےاس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آج مغرب کا انسان بس ایک 'حیوان' ہی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ بڑی عمر کےلوگ (پچاس سال کے لگ بھگ) جانتے ہیں کہ پہلےسکولوں، کالجوں کی کتابوں اور کاپیوں کا انداز (GET UP) بڑامعقول،شریفانہ اوراخلاقی تعلیمات سے مزین ہوتا تھا۔اعلیٰ معیار کی کاپیوں (NOTE BOOKS) پر بھی عام طور پر اعلیٰ علمی مقولے (CAPTIONS) یا رباعیات (STANZAS) درج ہوتے تھے۔اس کے برعکس آج کی کاپیاں بالعموم اس قسم کی کسی اخلاقی تعلیمات سے تہی دامن ہیں بلکہ منفی اثرات کی حامل عبارت کی تشہیر کا ذریعہ ہیں بچوں کے عام استعمال کی چیزیں اور کھانے کی چیزوں کی پیکنگ تک میں فلمی ستاروں اور کرکٹ کے کھلاڑیوں کے لچرانداز والی تصویریں اورعریانیت کی حامل عبارات درج ہوتی ہیں۔اس سےاندازہ کرلیں اگر ہمارے ہاں یہ حال ہےتو مغرب جوہم سے بہت آگے ہے وہ کہاں کھڑا ہوگا۔

گویا آج کی مغربی تہذیب وثقافت بھی ایک خوفناک موڑ (TURN) پر ہے جہاں سے تباہی کےایک گہرے غار یا گمنامی کےایک BLACKHOLE کی طرف بڑھ رہی ہے جہاں سب کچھ تباہ ہوجائے گا............رہے نام اللہ کا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

آج کے مغربی معاشرے کے دورُخ یا پہلو ہیں ایک اس کا نگاہوں کوخیرہ کرنے والا ظاہر ہے جسے علامہ اقبال نے DAZZLING EXTERIOR کہا تھااورایک اس کا باطن اور INTERIOR ہے یہ باطن سائنسی طرزفکراورٹھوس تجرباتی علوم ہیں۔مغربی افکار کی بنیاد میں یہ پہلو خالص اسلامی اورقرآنی (QURANIC) ہے۔

آج کی دنیامیں 'علم' کے نام سے منظرعام پر جومواد موجود ہےاورجس سے ترقی پذیراقوام مرعوب ہیں اس کی مثال معلومات کے ایک بہت بڑے ڈھیر (HEAP OF INFORMATION) کی سی ہے جس میں ہرطرح کی معلومات شامل ہیں خیر بھی ہے شر بھی ہے، نیکی بھی ہے بدی بھی ہے، کارآمد معلومات بھی ہیں اور 'شرما' دینے والی حیاسوز معلومات بھی' غرض ہرطرح کارطب ویابس موجود ہے۔لیکن اس میں سے کام کی معلومات نکالنا بہت مشکل ہے اس لیے کہ جدید دور میں کمپیوٹر کی ایجاد سے علم ہرانسان کی دسترس میں آچکا ہےاوراپنے مطالعہ کی میز پر بیٹھے بیٹھے دنیابھر کی معلومات اوردنیا بھر کےانسائیکلوپیڈیاز سے استفادہ کرسکتا ہے، دنیا بھر کی لائبریریوں میں جاسکتا ہے دنیا بھر کی یونیورسٹیوں کے بارے میں ہرطرح کی معلومات حاصل کرسکتا ہے ۔لیکن ....جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا کہ ایک مافیااور MASTER

MIND در پردہ اس سب کے پیچھے ہے جو انسان کو اپنی مرضی کی راہ پر لے جانا چاہتا ہے اور اسی طرح بے راہ روی کی طرف لے کر جانا چاہتا ہے۔ لہٰذا آپ کمپیوٹر پر کوئی انفارمیشن لینا چاہیں تو عریانی، فحاشی، بے حیائی کے مناظر از خود پہلے ہی انسان کا دامن پکڑ لیتے ہیں اور انسان اپنے آپ پر قابو نہ پا سکے تو اپنے مطلوب ومقصود کے حصول کی بجائے انسان دوسری قسم کی معلومات میں سرگرداں ہو جاتا ہے اور بہت دیر بعد ہوش آتی ہے کہ میں کہاں چلا تھا اور کہاں پہنچ گیا۔ نتیجہ کے طور پر............ یہ ساری علم کی فراوانی.........علم کی خدمت کم اور مغربی اقوام کے پس پردہ عوامل کی خواہشات کی تکمیل زیادہ ہے اور کمپیوٹر پر بیٹھنے والا انسان فائدہ کم حاصل کرتا ہے اور اپنا اور اپنی سوچ کا نقصان زیادہ کر لیتا ہے۔

مغربی مفکرین کی دانستہ فکری بددیانتی

تاریخ انسانی میں تہذیبوں کا عروج وزوال معمول کا معاملہ ہے قومیں اُٹھتیں ہیں عروج حاصل کرتی ہیں اور فنا کے گھاٹ اُتر جاتی ہے مگر ایک بات سامنے رہتی ہے کہ سابقہ قوم کا علمی و فکری سرمایۂ آنے والی قوم کے اگلا قدم اُٹھانے کے لئے پہلا پتھر بنتا ہے اور وہ اس سے آگے سفر شروع کرتی ہے۔ تجرباتی علوم میں تو اسی پر عمل ہو رہا ہے سوشل سائنسز میں بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔

اسلام نے عورت کو قعر مذلت سے اُٹھایا اور حقوق دے کر مساوات انسانی کے اُصول کے ذریعے عروج بخشا، رائے کا حق، ووٹ کا حق، اثاثہ جات کا حق، کاروبار کا حق، خلع کا حق، دادرسی کا حق، اور معاشرے میں عزت و احترام دیا۔ یہ حقائق ساری دنیا کے سامنے ہیں۔ مگر......کیا نام دیا جائے انیسویں صدی کے مغربی مفکرین اور صیہونیت کے پرستاروں کو...... تحریک آزادئ نسواں کے نام پر اپنی خواتین کے حقوق کے لئے تحریک چلائی تو اسلام کے بخشے ہوئے ان اُصولوں کا تذکرہ تک نہیں کیا اولاً اس مہم کو سیکولر رکھا ثانیاً اس مہم کو بالآخر اپنے مذموم مقاصد کے حصول کی خاطر عورت کو ذلت سے دوچار کرنے، اشتہار بازی کا حصہ بنانے، بے حیائی کے فروغ اور بدکرداری کا ذریعہ بنانے کے لئے آزادی کے نام پر کئی منفی کام کر دیے۔ آج مغربی عورت بظاہر بڑے خوش کن الفاظ کے ساتھ حقوق پر فخر کرتی ہے کہ وہ دفتر میں کام کرتی ہے، خود مکتفی ہے وغیرہ۔ مگر عورت پر اس سے زیادہ اور کیا ظلم ہوگا کہ وہ مردوں کی تسکین کا سامان بھی

فراہم کرے اور اپنا خود کمائے اور کھائے۔ بچوں کی پیدائش و پرورش کا بوجھ بھی ماتا کے جذبے سے خود اُٹھائے جبکہ مرد کوئی ذمہ داری قبول کرنے کو تیار نہیں ہے۔

اس کے برعکس اسلام میں کمانا......عورت کی ذمہ داریوں میں شامل نہیں یہ عورت کا حق کہ مرد کمائے اور گھر چلائے عورت شوہر کے گھر، مال، اولاد اور عزت کی حفاظت کرے اس طرح عورت کی عصمت وعفت محفوظ رہ سکتی ہے۔ مگر مغرب کی لغت میں عفت وعصمت نام کی کوئی شی باقی نہیں رہی عورت ایک اشتہاری بورڈ اور مارکیٹ COMMODITY ہے اس سے زیادہ اس کی وقعت نہیں رہی۔

یورپ/امریکہ میں گزشتہ 150 سال میں سامنے آنے والے قوانین کا حاصل سب کے سامنے ہے جس سے قارئین کو خود اندازہ ہوگا کہ اسلام نے عورت کو جو مقامِ رفیع آج سے 1400 سال پہلے دے دیا تھا مغرب نے اپنی چکا چوند ترقی اور مسحور کن پروپیگنڈا کے باوجود اس کا نصف بھی نہیں دیا اور اسی سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یورپ کی خواتین 150 سال قبل تک کس قعرِ مذلت میں گری ہوئی تھیں اور آج بھی کسی طرح کے معاشی جبر کے بوجھ تلے کراہ رہی ہیں۔

مغربی عورت اس عرصے میں اپنے حقوق کے لیے جدوجہد کرتے ہوئے لبرل ازم تک پہنچ گئی ہے جہاں آگے تباہی کے سوا کچھ نہیں نظر آرہا۔

اقوامِ مغرب کا معاشرتی سفر
تحریک آزادیٔ نسواں سے لبرل ازم تک

آج کی مغربی بالادستی سیاسی عسکری، تکنیکی، سائنسی اور علمی بالادستی سے ترکیب پائی ہے۔ اسی تہذیب میں جو چیز خارج از بحث ہے وہ اخلاق و کردار ہے اور انسانی اقدار ہیں جو حاصل انسانیت ہیں۔ اخلاق و کردار کے بغیر انسان ایک ترقی یافتہ حیوان نہیں حیوانوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے اس لئے کہ گدھا اگر گدھا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اُسے اسی حیثیت میں پیدا کیا ہے اور فطرت کی طرف سے اس کے ذمے جو کام ہیں وہ پورے کر رہا ہے جبکہ کوئی انسان گدھا بن جائے تو وہ مقامِ انسانیت (احسن تقویم) سے گر کر گدھا بنا ہے اور فطرت کی طرف سے عطا کردہ

صلاحیتوں اور ذمہ داریوں سے گریز کر کے یہ کام کیا ہے لہٰذا انسان بہت بڑی کوتاہی اور غلطی کا مرتکب ہوا ہے۔آج کا مغربی معاشرہ خود اُن کے بقول VALUE LESS اور MORAL LESS معاشرہ ہے، مغرب نے اخلاقی گراوٹ کا یہ مقام طویل سفر کے بعد حاصل کیا ہے، اس سفر کے اہم نکات یہ ہیں:

(i) **آزادئ نسواں ایک جال** 'آزادی نسواں' ایک خاص گروہ کے خود ساختہ نظریات کو بروئے کار لانے کا نام ہے۔ معاشرہ میں عورت کا مقام گھر ہے اور کسی قوم کا مستقبل عورت کے ہاتھ میں ہے، عورت سے گھر سے نکالنا دراصل 'ماں' بننے اور معاشرہ کی اخلاقی تربیت کرنے سے فرار کا نام ہے۔عورت جوں جوں 'آزادی' کی عادی ہوتی گئی وہ گھریلو ذمہ داریوں سے بھی آزاد ہوتی چلی گئی۔

(ii) **عورت معاش کمانے میں خود ذمہ دار ہے** تمام سابق معاشروں میں عورت کی کفالت مرد کے ذمے ہے اسلام میں بھی یہی ہے جبکہ عورت گھر کی ذمہ دار اور اولاد کی صحیح تربیت کی ذمہ دار ہے۔ عورت کے گھر سے باہر نکل کر گھریلو ذمہ داریوں سے گریز سے مرد اور معاشرے نے بھی اس کی کفالت سے ہاتھ کھینچ لیا اب وہ اپنی معاش کی خود ذمہ دار ہے۔

(iii) **عورت سٹیج کی زینت** اب عورت کو معاشی میدان میں مرد کا مقابلہ کرنا پڑا۔ بہت سے میدانوں میں وہ مرد کے برابر کام نہیں کر سکتی۔ نتیجہ کے طور پر معاشرے میں ناچ گانا، تھیٹر ڈرامہ فلمیں سامنے آتیں چلی گئیں اور عورت گھر کی ملکہ کی بجائے سٹیج پر ایک SHOW PIECE بن گئی، اس کی کمائی کا آسان ذریعہ دن بھر کے تھکے مردوں کو تسکین فراہم کرنا رہ گیا۔

(iv) **عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ** جب عورت کا احترام اور بطور ماں اور معاشرے کے 'محسن' اور 'مستقبل کی ضامن' کے طور پر کردار نہ رہا تو عورت اب مرد کے 'برابر' آ گئی۔ لہٰذا جو پہلے محاورہ زبان زدِ عام تھا "LADIES FIRST" وہ ایک خواب و خیال بن گیا، عورت کا احترام ختم ہو گیا بسوں، ٹرینوں شاپنگ سنٹرز پر مردوں سے مقابلہ کر کے اُسے اپنا حق وصول کرنا پڑتا ہے۔ (جبکہ آج بھی مشرقی معاشروں میں عورت کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اُن کو رعایت دی جاتی ہے اور روزمرہ کی زندگی میں اُسے ترجیح دی جاتی ہے۔)

(v) بے روزگاری کا عفریت اللہ تعالیٰ نے دنیا کا نظام ایک نہایت محکم مضبوط اور گہری منصوبہ بندی پر رکھا ہے اور اسی بنا پر چل رہا ہے۔ انسانی آبادی میں مردوں/عورتوں کا تناسب بہت معمولی فرق کے ساتھ چلتا رہتا ہے۔ 49%......51% یعنی معاشرے میں عورتوں کی تعداد 49% سے لیکر 51% تک تبدیل ہوتی رہی ہے۔ (یہ اس معاشرہ کی اخلاقی، معاشی اور سماجی سطح کے کئی عوامل کے تحت بدلتی ہے) اس نسبت سے اللہ تعالیٰ نے روزگار کے مواقع اور معیشت کا نظام کھڑا کیا ہے۔ جب عورت گھروں سے نکل کر میدان عمل میں آ گئی اور مردوں (WORKERS) اور محنت کشوں (LABOURERS) کی فہرست میں شامل ہوگئی تو ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ روزگار کے مواقع مردوں کے لئے ناساز ہوتے چلے گئے۔ جیسے جیسے عورت آگے بڑھی اور عورت کی مزعومہ ترقی ہوئی، ملازمتیں ملیں (سکولوں، دفتروں، مارکیٹوں، ہوٹلوں اور بڑے شاپنگ سٹوروں میں) تو اسی نسبت مرد حضرات کی بے روزگاری کا گراف اوپر اُٹھتا چلا گیا۔ تاآنکہ آج مغرب نسوانی حقوق کے اعتبار سے اپنے دعووں میں بہت اوپر کھڑا ہے مگر اسی نسبت بے روزگاری اور معاشی بدحالی بھی اپنے عروج پر ہے۔ (بعض خاص شعبے جو عورتوں سے ہی متعلق ہیں وہاں عورتوں کے کام کرنے میں کوئی بھی معترض نہیں ہے) اب بے روزگاری ایک عفریت بن چکا ہے اور مغرب ترقی کے ثمرات کو نگلتا جا رہا ہے۔

(vi) بے حیائی اور بدکرداری کا فروغ عورت گھر میں رہے اور صرف اپنے قریبی محرم رشتہ داروں سے ملے جہاں 'جنس' اور 'جنسی خیالات' نہ ہونے کے قریب ہوتے ہیں تو عورت محفوظ رہتی ہے۔ مگر جب مغرب نے عورت کو کام پر مجبور کر دیا۔ اپنی معاش کی خود فکر کرنا پڑی تو ملازمت اور اس کے لئے دفاتر اور کارخانوں میں آنا جانا مسئلہ بن گیا۔ گھر سے باہر نکلنا ہوا اور غیر مردوں کے سامنے آنا ہو تو 'خودنمائی' کے جذبے کے تحت عورت آرائش کا اہتمام کرتی ہے۔ لہٰذا بازاروں، مارکیٹوں، دفتروں، بسوں، ٹرینوں سے روزمرہ کے اسفار سے مغربی معاشروں میں بے حیائی اور بدکرداری (زنا) کو فروغ مل گیا۔

(vii) ٹرانسپورٹ کا مسئلہ مغرب کے نظام تعلیم کے لئے بھی طلبہ و طالبات کو گھر سے نکل کر ہر صبح سفر کرنا پڑتا ہے اور پھر طبقاتی نظام تعلیم کی وجہ سے ہر گھر کے بچے دور دراز جاتے ہیں

لہٰذا ہر جگہ دنیا بھر میں ٹرانسپورٹ کا مسئلہ گھمبیر ہے اور صبح اور دوپہر کے اوقات میں سڑکوں پر رش ناگزیر ہے۔ اگر تعلیمی نظام یکساں ہو تو کم از کم مڈل یا میٹرک (O-LEVEL) تک بچے بچیاں قریبی محلّہ کے سکولوں میں پیدل جاسکتے ہیں۔

(viii) **عورت اور سفر** مغربی عورت کی ملازمت دور دراز علاقوں / کارخانوں میں تبادلے اور معاشی تگ و دو (STRUGGLE) کی وجہ سے عورت پر ہر روز سفر کا بے انتہا دباؤ ہوتا ہے جو اس کا روزمرہ زندگی کا بہت سا وقت کھا جاتا ہے جس سے بے آرامی، بے سکونی، نیند کی کمی TENSION، جسمانی تناؤ (PHYSICAL DISORDER) اور رویوں میں سختی / چڑ چڑاہٹ جیسے امراض بڑھتے جا رہے ہیں۔

(ix) **مغربی عورت اور مغربی مرد۔** ہر انسان کو اپنی بنیادی ضروریات میں ایک گھر (مکان) کی بھی ضرورت ہے۔ چار دیواری جس میں وہ اپنی شناخت، پرائیویسی (PRIVACY)، OWNERSHIP، اور پرسکون ماحول (HOME LIKE ENVIRONMENT) کے احساس کے ساتھ کچھ وقت گزار سکے۔

مغربی معاشرے میں عورت کی آزادی سے فیملی لائف ختم ہوگئی۔ آزادی سے 'گھر' کا تصور بھی ختم ہوگیا اس سے عورت کے لئے بے پناہ مسائل پیدا ہوگئے۔ مغرب کو عورتوں کے لئے ہاسٹل، ملازمت پیشہ خواتین کے لئے سنگل رہائش، دارالامان وغیرہ تعمیر کرنے پڑے جو مسئلہ کا غیر فطری حل ہے۔

(x) **اولاد سے لاتعلقی۔** عورت کی آزادی اور گھر کی ذمہ داریوں سے گریز کے نتیجے میں اولاد کی تربیت اور معاشرہ اخلاقی اور نظریاتی تسلسل کا رشتہ تو ٹوٹ ہی گیا۔ ماں باپ دونوں کی ملازمت کی صورت میں 'اولاد' کا ہونا ایک بوجھ بن گیا اور قانوناً 18 سال کی عمر تک اولاد کو پالنا ایک وبال جان بن گیا۔

عورت اور مرد تھکے ہوئے آئیں تو آرام سکون سے ذاتی مصروفیات میں وقت لگائیں اولاد اس میں رکاوٹ بن جاتی ہے لہٰذا اولاد کو 18 سال کی عمر کے بعد گھروں سے بے دخل کر دینا ہی دستور زندگی بن گیا۔ مرد / لڑکے کے لئے تو یہ کم مسئلہ ہوگا۔ عورت / لڑکی کے لئے سوہان روح

سے کم نہیں، عدم تحفظ اور پریشان کرنے والے مردوں کی طرف سے HARASSMENT کی شکایات یہ مغربی نوجوان عورت کا مقدر ہے۔

(xi) شادی کے بندھن سے نفرت۔ مغربی اقوام میں تحریک آزادی نسواں کی آڑ میں ایک 'نادیدہ' منزل کی طرف سفر مسلسل جاری رہا ہے اور کسی نے ان مسائل کے پیش نظر واپسی کا نہیں سوچا؟ یہ صورت حال سوائے اس کے ممکن نہیں ہے کہ کوئی نادیدہ ہاتھ اس تحریک کو دیگر کئی اور اقدامات کی طرح آگے کی طرف PUSH کر رہا ہے اور واپسی کی طرف سوچنے یا رُک کر اپنے مسائل کا کوئی اور حل نکالنے کی منصوبہ بندی کا موقع ہی دینے کو تیار نہیں۔ لہٰذا آج کی مغربی عورت شادی اور فیملی لائف سے گریزاں ہے اور آزادانہ اختلاط اور شادی سے ماورا تعلقات کا دوردورہ ہے (OUT OF WEDLOCK)۔ جس سے مغربی معاشرہ جانوروں کے معاشرہ کی صورت اختیار کر گیا۔ کتوں کے ریوڑ اور بھیڑوں کے گلہ میں بھی کوئی فطری اُصول کارفرما ہوتے ہوں گے۔ مغربی معاشرہ جانوروں کے ریوڑ اور گلہ سے بدتر صورت حال کی تصویر پیش کر رہا ہے۔

(xii) ناجائز اولاد کی کثرت۔ 98ء میں امریکہ کے ایک کھلنڈرے صدر نے کہا تھا کہ آدھے سے زیادہ امریکیوں کو اپنے باپ کا نام معلوم نہیں۔ یہ جملہ اس کیفیت کی بڑی محتاط اور غیر مصدقہ (UNDER ESTIMATED) خبر ہے۔ اب معاملہ اس 50% کہیں آگے جاچکا ہے۔ اسی لئے اب مغربی معاشروں میں بچے کی پیدائش کے اندراج ڈومیسائل، تعلیم، ملازمت، شناختی کارڈ، بنک اکاؤنٹ اور کریڈٹ کارڈ وغیرہ کے دستاویزات کے لئے 'والد کے نام' کا خانہ (COLUMN) ہی ختم کر دیا ہے تاکہ بچے اور اس کی ماں کو خفت اور پریشانی نہ ہو۔

(xiii) انسان دشمنی۔ مغربی اقوام کے مردوں اور بالخصوص عورتوں کی یہ انسان دشمنی ہے کہ ہم خود تو دنیا میں آ گئے ہیں اب مزید انسانوں کا داخلہ دنیا میں بند کر دینا ہے۔ عورت 'ماں' بننے کی ذمہ داریاں، گھر گرہستی کے جھمیلوں سے آزاد شامیں گزارنا چاہتی ہے اس کا فارغ وقت دوستوں، تھیٹروں، کلبوں، ہوٹلوں اور سیر گاہوں میں گزرتا ہے۔ باپ خاندان کو پالنے کی ذمہ داری لینے کو ایک ڈراؤنا 'خواب' اور مصیبت میں پھنسنے والی بات سمجھتا ہے لہٰذا وہاں مانع حمل ادویات کا استعمال عام ہو چکا ہے اور حمل ہو جانے کی صورت میں اسقاط حمل (ABORTION) ایک قانونی بات

اور عورت کا 'حق' تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ افسوس کہ مغربی معاشرہ ترقی کی خواہش میں آگے بڑھنے کی کوشش میں کس گندگی کے کھڈے میں جا گرا ہے۔ فیا اسفا

(xiv) **مغربی معاشروں میں شرح پیدائش کی کمی۔** مردوزن کا آزادانہ میل جول، ذمہ داریوں سے گریز اور شادی کے بندھن سے پہلو تہی کا بڑا خوفناک نتیجہ یہ نکلا ہے کہ گزشتہ ایک تہائی صدی سے اقوام مغرب شرح پیدائش میں خوفناک کمی کا شکار ہیں۔

کسی معاشرے کے نسلی تسلسل کے لئے ہر فیملی (میاں بیوی) کے ہاں 2.2% بچوں کی شرح پیدائش مغرب کے بیمار دانشوروں اور بداخلاق ماہرین معاشیات کی سوچ کا حاصل ہے جیسے عام سلوگن کے طور پر 'دو بچے خوشحال گھرانہ' کہا جاتا ہے یعنی ہر گھر میں ایک بچہ ہو اور ایک بچی۔ بچی بیاہ کر دوسرے گھر چلی جائے گی لڑکا شادی کر کے بیوی گھر لے آئے گا جس سے یہ فیملی دو ممبروں پر ہی مشتمل رہے گی۔ کچھ بچپن کی اموات کا لحاظ کر کے یہ شرح 2.2% طے ہے مگر جس معاشرے میں شادی مصیبت ہو، آزادانہ میل جول ہو، ہوٹلنگ کلب، تھیٹر سینما زآباد ہوں، مانع حمل ادویات ہر جگہ دستیاب اور دسترس میں ہوں، اسقاط عورت کا حق ہو............ وہاں بچوں کی پیدائش و پرورش کی مصیبت کیوں اٹھائی جائے۔ اپنی آزاد شامیں اور راتیں کلبوں کی ملاقاتیں اولاد کی خاطر کیوں برباد کر دی جائیں......۔ اس سوچ کے تحت مغرب میں شرح پیدائش گرتے گرتے اب خوفناک حد تک گر چکی ہے۔

مسلمانوں میں یہ شرح 5.0% سے 6.0% تک ہے جو مغربی معاشروں کے...... 'اولاد کا بم' سے کم نہیں یورپی اقوام اور جاپان میں یہ شرح ذرا سے فرق کے ساتھ 1.1% سے 1.3% تک ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک فیملی میں ایک بچہ ہوگا، 30 سال بعد آبادی آدھی رہ جائے گی اور اگلے تیس سالوں میں آبادی مزید کم ہو کر جلد ہی وہ معاشرہ/قوم دنیا سے ختم ہو جائے گی۔ آزادئ نسواں کے خوش کن نعرے نے مغرب کو اپنی قوموں کی تباہی کے کنارے لا کھڑا کیا ہے۔ مگر افسوس اب کچھ نہیں ہو سکتا ہے۔

مغرب کے معتدل مفکرین بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ آبادی کو کم کرنے کے لئے فیملی سے باہر آزادانہ عیاشی کو فروغ دیا جاتا ہے جس سے بچوں کی شرح کم ہو جاتی ہے مگر جب

یہ شرح 1.1% تک گر جائے گویا یہ سوچ معاشرے کے مردوزن میں رچ بس جائے تو دوبارہ کسی قوم کی عورتوں مردوں کو گھر بسانے اور بچوں کی پیدائش کا 'بوجھ' اُٹھانے پر آمادہ کرنا تقریباً ناممکن ہے لہٰذا مغربی اقوام اس تباہی کے کنارے کھڑی ہیں!

(xv) **مغربی اقوام خودکشی کی راہ پر۔** یہ بات کسی منطقی استدلال کی محتاج نہیں ہے کہ جس معاشرے میں شادی، گھر گھرستی، بچوں کی پیدائش اور پرورش مصیبت نظر آئے وہاں بدکاری بے حیائی عام ہوگی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی طرح کا عمل عام ہوگا، دومردوں کی شادی اور دوعورتوں کی شادی کا رجحان ہوگا......وہاں اولاد کہاں سے آئے گی؟

مغربی اقوام کے بے وقوف یا عیّار منصوبہ سازوں کی عقل میں یہ عام سی بات بھی نہیں آتی کہ ایسی قوم آج نہیں تو کل ضرور ختم جائے گی۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے وہ مسلم ممالک سے 'افرادی قوت' منگاتے ہیں مگر اس سے مسلمانوں کی تعداد بڑھ رہی ہے' آبادی کا یہ بم' ہی مغرب کے تمام متعفن (ROTTED) معاشروں کو ختم کردے گا اور روئے ارضی سے اس بدبودار کلچر کو ختم کردے گا۔ (اے اللہ روئے ارضی کو ایسی قوموں سے جلد پاک کردے آمین۔)

(xvi) **آزادروی یعنی لبرل ازم۔** اس صور میں جلتی پر تیل کا کام یہ نظریہ کر رہا ہے کہ انسان کو آزاد خیال یا روشن خیال ہونا چاہیے، مذہب کی پابندیوں کو اکھاڑ پھینکنا چاہیے اور جو جی میں آئے کھانا چاہئے، پینا چاہئے، کرنا چاہئے، سننا اور دیکھنا چاہئے، اخلاق اور اقدار کے تصور کو دل سے نکال دینا چاہئے۔

اس نظریے نے مغرب اور بالخصوص امریکہ کو کہاں پہنچا دیا ہے وہ ایک امریکی مصنف رابرٹ ایچ بارک (جو سپریم کورٹ کا ریٹائرڈ جج ہے) کی 1998ء میں تحریرشدہ کتاب سے ملاحظہ فرمائیں کتاب کا عنوان ہے: ماڈرن لبرل ازم کے تحت امریکی معاشرہ......قوم لوط علیہ السلام کے سے انجام کی طرف تیزی سے لڑھک رہا ہے۔ (اس کتاب کے اقتباسات پر تبصرہ جو ندائے خلافت کے ایک مضمون کا ترجمہ ہے اسی شمارے میں صفحہ 81 پر موجود ہے۔)

یہ ہے آج کے مغرب کی تصویر اور تحریک آزادئ نسواں کی دوصدیوں کی محنت کا حاصل۔ یقیناً مغرب کی عورت بھی اس سے خوش نہیں ہے۔ مگر تباہی ہو تو نادیدہ قوت اور مافیا پر، جو

اپنے مذموم مقاصد کیلئے پوری دنیا اور بالخصوص اقوام یورپ کو ناجائز طور پر استعمال کر رہا ہے۔
ہمارے نزدیک یہ مافیا WASP (WHITE ANGLO SEXAN PROTESTANTS)
اورصہیونیت (ZIONISM) ہے۔جس کا سر پرست یہودی طبقہ اور یہودی ریاست اسرائیل ہے۔جتنی جلدی اقوام عالم کواس کا شعور ہوگا اتنی ہی جلدی دنیا اس تباہی سے نکل آئے گی۔

صنعتی انقلاب کے بعد یورپ اُٹھنے والی آزادی نسواں کی تحریک سے باقی دنیا کی خواتین کوتو کوئی فائدہ نہیں پہنچا خود یورپ اور امریکی خواتین اور وہ سفید فام خواتین کوضرور فائدہ پہنچا۔اس لئے کہ مسلم معاشرہ میں تو خواتین پہلے ہی مغربی خواتین سے کہیں بہتر حقوق سے لطف اندوز ہورہی تھیں......اس تحریک کا بظاہر مقصد بھی اپنی خواتین کو اُٹھانا اور اُن کے حقوق دلوانا تھا جو درجہ بدرجہ آگے بڑھتے بڑھتے 2000ء تک مسلسل تین صدیوں میں قانونی سطح پر ایسے اقدامات ہوئے کہ وہاں کی عورت پہلے کے مقابلے میں یقیناً بہت بہتر پوزیشن میں ہے۔

مغرب میں کئے گئے اقدام کی تاریخ TIMELINE انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے جس کا اہتمام کئی سماجی تنظیموں اور حقوق نسواں کے داعی اداروں کی طرف سے کیا گیا ہے۔آپ بھی چاہیں تواس پرنظر ڈال سکتے ہیں دوویب سائٹس اہم ہیں۔

www.womenssupportnetwork.org)

Mail comments and questions to: nwhp@aol.com

LOOSE MORALS GONE WILD!

اخلاقی گراوٹ درندگی بن گئی

ڈاکٹر ابصار احمد۔ مترجم : انجینئر مختار فاروقی

آج پوری دنیا بدترین مادہ پرستی کی گرفت میں ہے اور مغربی دنیا اس میں چار قدم آگے ہے۔ بالفاظ دیگر بے یقینی اور روشن خیالی کے اپنے ہی مادر علمی کے آغوش میں یہ (مادہ پرستی) مقابلتاً زیادہ جان لیوا ہے۔ بڑی حیران کن بات ہے کہ ایسی درسگاہیں اور (نام نہاد) اہل علم ہیں جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو مانے بغیر بھی 'عیسائی' کہلا سکتا ہے۔

آج کا خدا بیزار یورپی وامریکی 'نظریہ علم' جدیدیت کے زعم میں کسی بھی ایسے غیر مرئی وجود کا انکاری ہے جو کسی بھی اخلاق کی بنیاد ٹھہر سکتا ہو حالانکہ کانٹ جیسے مشہور جرمن فلسفی نے (دوصدی پہلے) اس کو پرزور طریقے پر اپنے فلسفہ اخلاق میں جگہ دی تھی۔ درجنوں تھنک ٹینک اور مغربی اہل علم کی فوجِ ظفر موج ایسی موجود ہے جو دنیا کو یہ باور کرانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہتے ہیں کہ پس ماندہ اقوام کا اصل مسئلہ ان کا اپنی روایات سے بہت زیادہ لگاؤ ہے اور اس صورت حال سے نکلنے کا واحد حل ان کا مغربی ترقی پسند انداز اپنانے میں مضمر ہے۔

MODRENISATION THEORY کا یہ لب لباب ہے جس کا لیکچر (اس کے حامی) پس ماندہ اقوام کو قدامت پسندی سے نکال کر MODREN بنانے کے لئے دیتے رہتے ہیں۔ مغرب کا یہ رویہ اس کی خودرائی (اور خود پرستی) سے جنم لیتا ہے اور پس ماندہ اقوام اور معاشروں کا تمسخر اڑاتا (نظر آتا) ہے اور ان کے صدیوں پر محیط شاندار ماضی پر ہتھوڑے چلاتا محسوس ہوتا ہے۔

سوشل انجینئرنگ پروگرام اور 'عالمی معاشرتی' اقدار (کی طرف سفر) کے طلسم کی برائیاں (مغرب کی طرح) آج کے پس ماندہ معاشروں کے سماجی (اور معاشرتی) استحکام کو کھوکھلا کر رہی ہیں۔

اس کے برعکس خود یورپ اور امریکہ کا حال یہ ہے کہ وہاں (علمی دنیا میں) دوبارہ اللہ اور آسمانی ہدایت پر یقین کا تذکرہ ہے۔ ایسے (باضمیر) افراد کی ایک طویل فہرست (بنائی جاسکتی) ہے جو (آج) مغربی مرد اور عورت کی روحانیت اور اخلاق سے عاری حالت کو سامنے لا رہے ہیں اور (نتیجتاً بُرے انجام سے ڈرانے کا حق ہمدردی ادا کرنے کے باعث) تباہی اور روسیاہی کے 'پیامبر' کے طور پر پہچانے جاتے ہیں (وہ) خاص طور پر (مغربی معاشرے کے مرد و عورت کے) اخلاق اور

بلوغت کے بعد(حیوانوں سے بھی بدتر سطح تک) گرے ہوئے رویوں کوموضوع بحث بناتے ہیں۔

ذیل میں ہم ایک (تازہ) کتاب بعنوان "SLOUCHING TOWARDS GOMORRAH" (یعنی ''قوم لوط(علیہ السلام) جیسے انجام کی طرف لپکتا ہوا معاشرہ'') کے چند اقتباسات نقل کر رہے ہیں جسے امریکہ کی سپریم کورٹ کے ایک ریٹائرڈ جج رابرٹ ایچ بارک نے لکھا ہے جو اوپر درج کردہ تبصروں کو ہم سے زیادہ زوردار انداز میں پیش کر رہے ہیں۔

SLOUCHING ایک مصدر ہے جس کے معنی کسی کا ناواقفیت میں کسی تباہ کن صورت حال کی طرف آنا یا لڑکا یا جانا ہے۔اور GOMORRAH اس بستی کا نام ہے جو سدوم (جس سے لفظ SODOMY بنا ہے) کے ساتھ عامورا کے طور پر آتا ہے۔جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان میں بسنے والے انسانوں کی خدا بیزاری اور (حد سے زیادہ) اخلاقی گراوٹ کے کاموں کے باعث مکمل تباہی کا عذاب آیا تھا۔قرآن مجید کے مطابق حضرت لوط(علیہ السلام) کو ان کی طرف مبعوث فرمایا گیا تھا۔کتاب کے عنوان سے ظاہر ہے کہ موجودہ امریکی معاشرہ قوم لوط(علیہ السلام) کی طرح کے اعمال کے سبب سدوم اور عامورا جیسے انجام بد کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہے۔

آیئے اس کتاب کے کچھ منتخب حصوں پر نگاہ ڈالتے ہیں:

01۔ یہ کتاب زوال پذیر امریکہ کے بارے میں ہے تاہم امریکی معاشرہ چونکہ تمام مغربی ترقی یافتہ معاشروں کی کامل ترین اور صحیح ترین تصویر ہے لہٰذا یہ کتاب (تہذیب) مغرب کے زوال کی بھی (کامل) عکاس ہے۔

امریکہ کی حد تک کتاب میں درج زوال کی نقشہ کشی اور اس کے خلاف مزاحمتی کوششیں دیکھ کر ایسے لگتا ہے کہ ایک تہذیبی اقدار کی جنگ برپا ہے۔تا حال یہ کہنا مشکل ہے کہ نتیجہ کیا ہوگا تاہم ابھی حالات کا رُخ تنزل کی طرف ہی ہے(بقول مصنف) ہماری تہذیب کا ہر گوشہ (کئی عشروں سے) ہر گزشتہ کل سے آج بدتر ہے اور اس کی غلاظت میں اضافہ ہو رہا ہے۔

2۔ 'آج کی مغربی تہذیب' کو (دشمن کی طرف سے) کسی جنگ کا خطرہ نہیں۔سوویٹ روس اور جرمنی کے 'نازی' بے حقیقت ہیں اور نہ ہی یہ خطرہ بیرونی ہے۔یورپ سے تاتاری (سلطان محمد فاتح' فاتح قسطنطنیہ و مشرقی یورپ اور طارق بن زیاد کے ساتھ شمالی افریقہ کے جنگجو مسلمان) فوجوں کو صدیاں گزریں واپس بھیجا جا چکا ہے۔(تاریخ کے اس موڑ پر) اگر ہم دور حاضر کی ترقی اور ٹیکنالوجی کے باوجود جدید DARK AGES میں پہنچ گئے تو یہ (اپنے ساتھ) ہمارا خود کردہ عمل ہوگا نہ کہ باہر کی کسی ماضی کی طرح کی فوجوں کی کاروائی کا نتیجہ۔اس دفعہ یہ (مہیب) خطرہ جو

(تہذیب حاضر پر) حملہ آور ہو چکا ہے وہ ہماری تہذیب کے اندر مضمر ہے اور غالباً یہ ہماری (بے بنیاد اور خدا بیزار) تہذیب کا اپنا فطری نتیجہ (یعنی پہلوٹھی کا حقیقی بیٹا)۔

3۔ امریکہ میں یقیناً (نفسیاتی) خوف و ہراس کا ایسا دور پہلے کبھی نہیں آیا جیسا آج درپیش ہے۔ جس کے جلو میں 'فرد' کی سطح پر (قدم قدم پر) مصیبتیں (ہی مصیبتیں) ہیں جو اب ایک معمول بن گئی ہیں۔ جرائم کا گراف اوپر جا رہا ہے اور سزائیں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ بغیر شادی کے (عورتوں کے ہاں) بچوں کی پیدائش کا شمار ہر سال لاکھوں میں ہے جنہیں ویلفیئر کا سہارا ملتا ہے۔ جبکہ بلا وجہ 'طلاق' کی شرح آسمان سے باتیں کر رہی ہے۔ یہ روگ ماضی قریب کے ہیں اور اب یہ بات تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ یہ دونوں آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ یہ روگ (دھوکے میں آزادی اور ترقی سمجھ کر) گلے لگانا آسان تھا اب اس سے (صحیح سلامت) نکل آنا ممکن نہیں ہے۔ درحقیقت ابھی تک کوئی پختہ رائے نہیں بن سکی کہ اس کا علاج کیا ہے؟ اور اگر ہم کسی رائے تک پہنچ بھی جائیں تو دور حاضر کی (مادر پدر آزاد، امریکی مرد وزن پر مشتمل) جمہوری حکومتیں شاید وہ تا دیبی اقدامات کر ہی نہ سکیں جو ضروری ہیں (جس کے لئے شاید امریکہ میں مارشل لاء لگانا پڑے جس کا پاکستان کے پاس بڑا تجربہ ہے۔ ترجمہ نگار)

4۔ (ان حالات میں) مایوس کن تجزیوں کی بڑی گنجائش ہے۔ تاہم امید کی کرن بھی موجود ہے۔ (زیادہ تر) تجزیے بتاتے ہیں کہ ہم تیزی سے 'عامورا' (جیسی تباہی) کی طرف لڑھک رہے ہیں اور عین اس 'اخلاقی زوال' کی شاہراہ پر ہیں۔ عہد حاضر کے لبرل ازم (جس کے ہمارے پاکستانی معاشرے میں بھی بڑے پجاری ہیں) نے ہمارے معاشرے کو اوپر کی سطح پر کرپٹ کر دیا ہے۔

5۔ ایک طرف اس بات کے کہنے والے امریکی بہت ہیں کہ ہمیں جتنا نیکی کا پرچار کرنا چاہیے اتنا نہیں کرتے۔ دوسری طرف اس بات کے ثبوت بھی کم نہیں کہ اکثر امریکی خود پسندی اور ذاتی لذت کوشی کے ہولناک اثرات کی وجہ سے (انتہائی) بے چینی سے دوچار ہیں اور اسکے سبب ہم (بحیثیت قوم) 'عامورا' (جیسی تباہی) کے کنارے آن پہنچے ہیں (جہاں ذاتی لذت کوشی کے سوا کسی کو کسی کی کوئی فکر نہیں ہے) جس کا لامحالہ فوری 'تحفہ' یہ ہے کہ (امریکی تہذیب پر) بڑھتے ہوئے جاہلانہ رویّے، شدت پسندی، مایوسی اور خودغرضانہ سوچ کے گہرے سائے ہیں۔

6۔ (جہاں تک اصلاحی تدابیر کا تعلق ہے) پہلا مرحلہ یہ ہے کہ ہم (ٹھنڈے دل سے) غور کریں کہ ہمارے ساتھ ہو کیا رہا ہے؟ اس کتاب میں اس سوال کا جواب تلاش کر کے سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ زوال اور تنزل کے اثرات معاشرے کے ہر طبقے میں ہیں اور اس

زوال کی واحداور مشترک وجہ 'لبرل ازم' یعنی مادر پدر آزادی کی سوچ ہے۔

7۔ دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ لبرل ازم (مادر پدر آزادی) اور خالص ایگالیٹرزم (ذاتی خودغرضانہ زندگی) کی ہر محاذ پر (سخت) مزاحمت کا رویہ۔ یہ سوال بے جا ہے کہ کوئی ایک حل ہونا چاہیے۔ یقیناً کوئی ایک بڑی یک رُخی مہم اس کا علاج نہیں ہے ہمیں ہر خرابی کے لئے (موقع بہ موقع) علیحدہ سوچ کا انداز اپنانا ہوگا۔ ہر 'چرچ' سے 'مذہب' کے احیاء کا نعرہ ضروری ہے۔ ہر یونیورسٹی اور سکول بورڈ کی سطح پر بھی (یہی نعرہ ہو)۔ (اس لئے کہ آزادی کی بنا پر کسی کو فوری طور پر مذہب کے احیاء کے لئے مجبور نہیں کیا جاسکتا)۔ (ریاستوں کی) انتظامیہ اور سرکاری ملازمین کو (مذہب کی) نکیل ڈالی جائے (اور اخلاق و کردار کا پابند بنایا جائے)۔ (پاکستان میں بھی اس کی ازحد ضرورت ہے۔ ترجمہ نگار)

عدلیہ پر بھی گہری نگاہ رکھی جائے اور اپنے آئینی حدود سے تجاوز کے معاملات پر اس کی سخت تنقید کی جائے جیسا کہ آج کل (امریکہ شریف میں) اکثر ہوتا ہے۔ (الحمداللہ امریکہ سے بہت پہلے ہمارے ہاں عدلیہ اور عوام کو اس ضرورت کا بروقت احساس ہوگیا ہے۔ ترجمہ نگار) (عوامی سطح کی) اس مہم میں کئی اقدامات کے لئے حکومت کا بھی سہارا لینا ناگزیر ہے جیسا کہ ہمارے مروّجہ تہذیبی آزادیوں کے تحت 'غیر مہذب' طور طریقوں پر پابندیوں کا اجراء وغیرہ۔

8۔ (افسوس کہ) ہم نے خود امریکہ کے ذہنی سرمایہ اور سنہرے اخلاقی اصولوں کی شدید توڑ پھوڑ کی پر مجرمانہ چشم پوشی کی (اور یہ سب کچھ حالیہ مغربی لبرل ازم کی ہی تباہ کاریاں ہیں۔) اگر ہم جذبات سے بلند ہوکر سوچیں اور حقائق پہچانیں تو ہماری موجودہ روش کا نتیجہ، مایوسی کی فضا میں تو 'عامورا' (کی تباہی) سے مشابہ ہی نظر آئے گا۔ تاہم صورت حال لاعلاج نہیں ہے۔

ہمارے پاس (اس کم وقت میں) جو مہلت عمل ہے اس میں ایک عزم مصمّم کہ 'تباہی' ہمارا مقدر ہو' یہ ہمیں قبول نہیں اور اس کے لئے ایک (چٹان کا سا) عزم کہ ہم RESIST کریں گے اور ہمارے پاس یہی (قوموں کی) قوت اداری کی (گرانقدر) قوت ہے (جس کے بعد اللہ تعالیٰ قوموں کے حالات بدل دیتا ہے اور اس عزم مصمّم کی امریکہ سے زیادہ پاکستان کے بہی خواہوں اور قیام نظام خلافت کے داعیوں کو ضرورت ہے۔ اللہ ارزانی فرمائے آمین۔)

باب پنجم

حقوق نسواں کی مغربی جنگ کا ہدف
مسلمانوں کا خاندانی نظام

☆ **حقوقِ نسواں کی تحریک اور یورپ وامریکہ کی غیر مسیحی اقوام**

حقوق نسواں اور امریکہ کے ریڈ انڈین قبائل کی خواتین......حقوق نسواں اور بھارت کی شودر خواتین......حقوق نسواں اور افریقی عورت۔

☆ **حقوق نسواں کی جنگ......مسلمان ملکوں میں**

☆ **مسلمان ممالک میں حقوق نسواں مہم......کامیابی کے آخری مراحل میں**

ٹی وی اور کیبل ٹی وی پر آزادئ نسواں کے پروگرام......سرکاری رنجی اداروں میں ملازمت پیشہ خواتین کی تعداد میں بے پناہ اضافہ......قاہرہ کانفرنس......مسلمان ملکوں میں منتخب حکومتی ایوانوں میں عورتوں کی نمائندگی......سرکاری ملازمتوں کے عورتوں کے کوٹہ میں اضافہ......بیجنگ کانفرنس......میراتھن ریس پروگرام......ورکنگ ویمن ہاسٹلز

☆ **پاکستان کی خواتین......دوراہے پر**

حقوقِ نسواں کی تحریک
اور یورپ وامریکہ کی غیر مسیحی اقوام

گزشتہ تین صدیوں سے جاری حقوقِ نسواں کی مغربی تحریک جو چند عشروں سے علمی حلقوں سے نکل کر اب ایک باقاعدہ جنگ کی صورت اختیار کر چکی ہے مسلمان معاشرے اس جنگ کا ہدف ہیں اور ہر صورت میں یہ جنگ جیتنے کی منصوبہ بندی صاف نظر آ رہی ہے۔

حقوقِ نسواں کی تحریک کے مقاصد اور اس کے بانیوں کے اہداف پر شکوک وشبہات کے گہرے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اگر یہ تحریک بے غرضانہ اور پہلے سے طے شدہ چند اہداف کے حصول کیلئے نہیں تھی تو یقیناً اس کا طریقہ کار اس کے اہداف اور اس کے معیارات بالکل مختلف ہوتے۔ ان صفحات میں اس ENGINEERED تحریک کے پہلے سے طے شدہ مقاصد واہداف ہمارا موضوع نہیں ہے، زندگی رہی تو ان شاءاللہ کسی اور موقع پر اس پر اظہار خیال کریں گے۔

اس وقت ہمارا مقصد مغربی معاشروں کا اس ضمن اپنی کامیابیوں کی نوعیت کو سامنے لانا ہے جس سے اس تحریک کی نوعیت اور خفیہ مقاصد پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔

1۔ **حقوق نسواں اور امریکہ کے ریڈ انڈین قبائل کی خواتین۔** امریکہ میں کولمبس کی آمد سے پہلے بھی یہاں آبادی تھی مسلمان بھی موجود تھے اور ریڈ انڈین قبائل بھی۔ اس تحریک کے بانیان نے یورپی تارکین وطن عورتوں (IMMIGRANTS) کو تو اس تحریک کے ذریعے درجہ بدرجہ حقوق دلوائے......مگر حیرت ہے کہ افریقی تارکین وطن اور مقامی لوگوں کو انسان بھی سمجھنے پر راضی نہ ہوئے اور انہیں جانوروں سے بدتر سلوک کا مستحق جانا۔ حتیٰ کہ مقامی آبادی کی نسل کُشی کے تمام ممکنہ ذرائع استعمال کیے۔ ماڈل گاؤں کے طور پر شاید کوئی گاؤں ریڈ انڈین

آبادی کے نام سے اب بھی موجود ہو جہاں سہولتیں بھی میسر ہوں مگر مجموعی طور پر یورپی تارکین وطن کا رویہ غیر مسیحی تارکین وطن سے سفا کانہ بے رحمانہ اور ننگ انسانیت ہی رہا۔

2۔ حقوق نسواں اور بھارت کی شودر خواتین۔ بھارت اقوام مغرب کا اتحادی جنوبی ایشیا میں قابل فخر پولیس مین اور عالمی جمہوری چمپئن ہے مگر عورتوں کے حقوق میں (ستی کی رسم تو بہت پہلے ختم ہوگئی تھی) وہ دباؤ (PRESSURE) نہیں ڈالا جاتا جو مسلم معاشروں بالخصوص پاکستان پر ہے۔ اس تحریک کے پروگراموں سے عالمی چرچ کے تعاون سے لوگوں کو عیسائی بنانے کے مقاصد بھی شامل ہیں۔

3۔ حقوق نسواں اور افریقی عورت۔ امریکہ NGO's، UNO اور حقوقِ نسواں کی عالمی تنظیموں کا خصوصی ہدف افریقہ کے پس ماندہ مسلمان علاقے اور ممالک ہیں۔ یہاں کی خواتین کو حقوق دلانے کی آڑ میں مسلمانوں عیسائیوں کو لڑانا، لوگوں کو عیسائی بنانا اور وسائل پر قبضہ جیسے مذموم مقاصد بھی واضح نظر آتے ہیں۔

☆ اسی طرح کی کاروائیاں دیگر ممالک کی خواتین کے حقوق کے لئے کی جاتی ہیں جس کے پیچھے خفیہ مقاصد شامل ہوتے ہیں۔

حقوق نسواں کی جنگ...... مسلمان ملکوں میں

آج سے نصف صدی پہلے تک یہ تحریک اور اس کے اثرات اعلیٰ آسودہ حال مغرب پلٹ طبقات اور اعلیٰ تعلیمی اداروں تک محدود تھے اور عالم عرب براہ راست اس سے متاثر تھا جبکہ جنوبی ہند کے مسلمان انگریزوں کی براہِ راست غلامی کی وجہ سے اس کے زہریلے اثرات سے متاثر ہو رہے تھے۔ عام مسلمان معاشرہ اور خواتین کی اکثریت اس تحریک سے ناآشنا تھی۔

الیکٹرانک میڈیا اور حقوقِ نسواں کی مہم

1980ء کے عشرے کے بعد ٹی وی کے عام ہونے، کیبل ٹی وی کے فروغ اور پھر کمپیوٹر کے ذریعے گھر گھر عوام تک رسائی میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد حقوق نسواں کی تحریک کے پس پردہ قوتوں نے اس EVENT کو اپنی مہم کو مسلمان معاشرے میں گھر گھر پہنچانے کے

لئے ایک نعمت (BREAK THRU) سمجھا۔

مغربی میڈیا کی یلغار کا یہ عالم ہے کہ چھوٹی اسکرین اور کمپیوٹر اب ہر گھر میں پہنچ چکا ہے اور میڈیا کے اثرات نئی نسل اور خواتین پر مردوں سے زیادہ ہیں کہ مردوں کے پاس وقت کم اور گھر کی خواتین کے پاس ٹی وی کے لئے وقت زیادہ ہوتا ہے۔

مسلمان ممالک میں حقوقِ نسواں مہم......کامیابی کے آخری مراحل میں

نائن الیون (ستمبر 2001ء کے امریکی ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی منصوبہ بندی کے ساتھ خود تباہ کرنے کے واقعے) کو آڑ بنا کر امریکہ اپنے تمام ترقی یافتہ ممالک (NATO) اور UNO (جو صہیونیت کا آلۂ کار ادارہ ہے) کے ذریعے مسلمان ممالک پر کئی طرح سے حملہ آور ہو چکا ہے اس ضمن میں ان کے نزدیک کامیابیوں کے اہم نشانِ راہ (LAND MARKS) یہ ہیں:-

1۔ ٹی وی اور کیبل ٹی وی پر آزادئ نسواں کے پروگرام گزشتہ دس پندرہ سالوں سے CNN، BBC، ABC وغیرہ عالمی نشریاتی اداروں کے پروگرام گھر گھر سنے جاتے ہیں اور بے شمار چینلز بے راہ روی، بے حیائی، آزادی کا پرچار کر رہے ہیں جس سے مسلم نوجوان بالخصوص مسلم خواتین (جو اس کا ہدف ہیں) وہ اس سے متاثر ہو رہی ہیں۔ اب پاکستان کے بڑے شہروں کیا......چھوٹے شہروں اور دیہاتوں میں بھی عورت بازاروں مارکیٹوں اور بسوں میں پہلے کی نسبت کہیں زیادہ تعداد میں نظر آتی ہے۔

2۔ سرکاری رنجی اداروں میں ملازمت پیشہ خواتین کی تعداد میں بے پناہ اضافہ

اسی مہم کے اثرات ہیں کہ گزشتہ دو عشروں میں مسلم ممالک بالخصوص پاکستان میں ملازمت پیشہ خواتین کی تعداد میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے اور اس میں مسلسل بڑھوتری کا عمل جاری ہے جس سے گھریلو خواتین میں احساس کمتری کا احساس پروان چڑھ رہا ہے اور گھر سے نکلنے کے منصوبے ذہنوں میں جنم لے رہے ہیں۔

3۔ قاہرہ کانفرنس گزشتہ سرگرمیوں کا جائزہ اور آئندہ کے لائحۂ عمل کے لئے اور بالخصوص مسلم ممالک میں موثر نفوذ کے لئے بدنام زمانہ قاہرہ کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں مسلمان ممالک سے آزاد خیال روشن خیال مغرب پلٹ لوگوں کو بلا کر ذہن سازی کی گئی اور

آئندہ کے طویل المیعاد پروگرام طے کیے گئے۔

4 مسلمان ملکوں میں منتخب حکومتی ایوانوں میں عورتوں کی نمائندگی

مسلمان ممالک میں خواتین کو پہلے ہی زیادہ حقوق حاصل ہیں اور بہت ساری خواتین مردوں کے مقابلہ میں الیکشن لڑ کر اسمبلیوں میں پہنچ جاتی ہیں تاہم قاہرہ کانفرنس کے فیصلوں کے تحت مسلم ممالک میں IMF، ورلڈ بنک، UNO، امریکی سفارتی عملہ، عالمی امدادی ادارے، NATO ممالک ہر طرف سے دباؤ کے ذریعے عورتوں کے لئے خصوصی کوٹہ بہت بڑی تعداد میں مقرر کرایا گیا اور پاکستان میں کوٹہ 30% تک بڑھا دیا گیا۔ شاید امریکہ میں بھی اتنی تعداد میں عورتوں کی نمائندگی نہیں ہے۔ یہ اسی مہم کا شاخسانہ ہے کہ پاکستان (اور بنگلہ دیش) میں عورتوں کو حکمران بنا کر مذموم مقاصد حاصل کیے گئے جبکہ صہیونی دماغوں اور مغربی اداروں کی بد دیانتی اور دوغلی پالیسوں کا مظہر ہے کہ امریکہ میں آج تک کوئی عورت صدارت کے عہدے تک نہیں پہنچ سکی۔ حالانکہ امریکہ روشن خیالی خواتین کے لئے خوابوں کی سرزمین ہے یونین کونسل کی سطح سے لے کر اور قومی اسمبلی سینٹ تک خواتین کو لا کر بٹھا دیا گیا۔

5 سرکاری ملازمتوں کے عورتوں کے کوٹہ میں اضافہ اسی پالیسی کے تحت سرکاری اداروں، ڈاکخانوں، سکولوں میں بھی خواتین کا خصوصی کوٹہ مقرر رہا ہے اور لڑکوں کے ہائی سکولوں میں خواتین ٹیچر اور لڑکیوں کے ہائی سکولوں میں مرد ٹیچر آ گئے ہیں۔ سرکاری اداروں میں آمنے سامنے مرد و خواتین ملازمین کام کر رہے ہیں۔ بنکوں مالیاتی اداروں میں پہلے ہی یہ تعداد زیادہ تھی اب اس میں مزید اضافہ ہو رہا ہے۔

6 بیجنگ کانفرنس UNO کے تحت قاہرہ کانفرنس کے فیصلوں پر عمل درآمد کے جائزے اور مسلم ممالک میں مزید سخت اقدامات کے لئے بیجنگ میں کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مسلم ممالک بالخصوص پاکستان میں عورتوں کے حقوق کے نام پر مزید بے راہ روی، بے حیائی اور عورتوں کو گھروں سے نکالنے کے عمل کو آخری درجے تک لے جانے کے لئے مزید اقدامات پر اتفاق ہوا اور لائحہ عمل طے پا گیا۔

7 میراتھن ریس پروگرام مردوں عورتوں کی مشترکہ میراتھن ریس کے

پروگرام کو عام کرنے کے منصوبے بنے اور ضلعی سطح تک لے جانے میں سرگرم بعض بے غیرت ملکی رہنما اس میں پیش پیش تھے۔ یہ امریکی دباؤ اور ڈالروں کی بارش کا نتیجہ تھا کہ یہ میراتھن ریسیں ہوئیں......تاہم عوام کو اپنے رہنماؤں کی منافقت کا یقین آ گیا کہ نہ پاکستان کے روشن خیال سربراہ پرویز مشرف اپنی بہو بیٹیوں کو سامنے لا سکے اور نہ اس کے حواری اپنی گھریلو خواتین کو اس میں شریک کر سکے۔

8 ورکنگ ویمن ہاسٹلز ضلع کی سطح پر ورکنگ ویمن ہاسٹلز کا قیام عمل میں آیا اور عورت کے تبادلے جان بوجھ کر دور دراز علاقوں میں کئے گئے تا کہ وہ گھر سے باہر رہنے پر مجبور ہوں۔ واقف حضرات جانتے ہیں کہ یہ ہاسٹلز اکثر و بیشتر (الا ماشاءاللہ) عیاشی اور بے راہ روی کے اڈے بن کر رہ گئے۔

اس پر مزید یہ کہ طلاق کے لئے آسانیاں پیدا کرنا، دوسری شادی کے عمل کو مشکل بنانا، عورت کے لئے اسقاط حمل کے حق کو قانونی شکل دینا، ملازمت پیشہ خواتین کے لئے سنگل ویمن کے طور پر غیر شادی شدہ زندگی گزارنے کی تلقین وغیرہ کے اقدامات ابھی ہو رہے ہیں۔

حقوق نسواں بل پاکستان میں منظور ہوا جو دراصل بدکاری کے جواز کا بل تھا یا جانوروں کی طرح انسانوں کے لئے ہر پابندی سے آزاد 'جنگل کا قانون' تھا جو نافذ ہو گیا۔

پاکستان کی خواتین......دوراہے پر

تحریک حقوق نسواں اور میڈیا کے ذریعے گزشتہ دس سالوں کی سیکولر نظریات کی یلغار نے ہماری مسلم خواتین کے ذہنوں کو بھی زہر آلود کر دیا ہے۔ چنانچہ اسی مغربی مہم کی گزشتہ دس پندرہ سالوں کی سرگرمیوں کا نتیجہ یہ ہے کہ

☆ ہماری عدالتوں میں طلاق کے مقدمات میں دس گناہ اضافہ ہو چکا ہے۔ دارالامان پہنچنے والی خواتین کی تعداد روز افزوں ہے۔ خواتین کا اغوا اور گھر سے بھاگ کر شادی کرنے کے واقعات میں حیران کن اضافہ ہو چکا ہے۔

☆ کورٹ میرج اب کوئی ناپسندیدہ عمل نہیں رہا اور اسکی تعداد میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔

☆ حقوق کے نام پر گھریلو لڑائی جھگڑوں میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے اور اکثر لڑائیاں

طلاق اور خلع تک پہنچ جاتی ہیں۔

☆ ملازمت پیشہ خواتین کے گھر سے باہر نکلنے دفتر تک پہنچنے واپسی، دور دراز علاقوں میں تبادلے، سرکاری اہل کاروں کی جائز ناجائز خواہشات کی تکمیل، تنخواہ بلز واجبات، ڈیوٹیاں جیسے معاملات کی صورت میں عدم تعاون پر مرد افسروں کی دھمکیاں اور فرمائشیں ایک ایسا مکروہ کھیل ہے جو اندر سے ہمارے معاشرے کو کھوکھلا کر رہا ہے۔

☆ یہ مناظر ہر جگہ دیکھے جاسکتے ہیں کہ کوئی گھریلو خاتون کونسلر بن گئی ہے شوہر موٹر سائیکل ر سکوٹر پر اسے کونسل کے اجلاس کے لئے لے جاتا ہے شوہر گھنٹوں باہر بنچ پر بیٹھ کر انتظار کرتا ہے اور خاتون خانہ............اندر اجلاس میں غیر مرد کونسلروں سے اپنے حقوق اور حلقہ کی ترقی کے کاموں کے سلسلے میں بحث میں مشغول ہوتی ہے کامیابی پر چائے مٹھائیاں اور مبارکبادیں ہوتی ہیں۔

پاکستان کی خواتین کو اب فیصلہ کرنا ہے کہ وہ اس مغربی تہذیب کے حق میں ہیں یا اسلام کے ساتھ وابستہ۔

باب ششم

حقوقِ نسواں بازیافت کے لیے
کرنے کا اصل کام

☆ خواتین اسلام کے لئے رول ماڈل(ROLE MODEL)
ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہنّ

☆ قرآن مجید......اور حقوق نسواں

☆ حقوقِ نسواں کی بازیافت، عملی جدوجہد کی ضرورت

☆ حقوق نسواں کے حصول کے لئے خواتین کا کردار

☆ حقوق نسواں کے حصول میں مسلمان مردوں کا کردار

☆ مسلم خواتین کا نظام عدل وقسط کے قیام میں عملی شرکت کا طریقہ

☆ نظام عدل وقسط کے قیام کے لئے خواتین کا رول(ROLE)

☆ خواتین کے رول کے اہم خدوخال

☆ نظام عدل وقسط کا دوسرا نام......نظام خلافت

☆ آخری بات

☆ متفرقات

خواتین اسلام کے لئے رول ماڈل(ROLE MODEL)

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہنّ

حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری سے دنیا بیدار ہوئی اور انسان کو زندگی کا سلیقہ آیا۔ مردوزن نے زندگی گزارنے کا پاکیزہ طریقہ سیکھا۔عفت وعصمت کی زندگی کا نمونہ انسان کو ملا۔ صحابہ کرام اور صحابیات ؓ نے اس اُسوۂ کامل ﷺ اور ہدایت کے مہر درخشاں سے روشنی حاصل کر کے اپنے زندگیوں کو منور کیا اور اس کی جزئیات تک اپنی زندگیوں میں جذب کرلیں۔اس کی تبلیغ کی اور احادیث نبویہ ؐ کی شکل میں بھی ان تفاصیل وجزئیات کو محفوظ بھی کرلیا۔

جب تک مسلمانوں کا عروج رہا قرآن وحدیث کی تعلیمات اور مسلمانوں کا عمل بھی محفوظ تھا اور معمولی انحطاط کا مداوا علما وصلحا ومجددین اُمت کرتے رہے تا کہ آنکہ 1258ء میں سقوط بغداد اور 1492ء میں سقوط غرناطہ کے بعد زوال کا دور شروع ہوا۔تاہم اس دور میں حکمران اور اعلیٰ آسودہ حال طبقات چاہے عملی زندگی میں اسلام کی تعلیمات کا نمونہ رہے تاہم خرابی جزوی ہی تھی اور مسلمان مردوزن کے لئے تہذیبی تسلسل قائم تھا اور زندگی کے نمونے موجود تھے۔

آج سے دوصدیاں قبل یورپ کی صنعتی ترقی اور ساری دنیا پر اس ظالمانہ قبضے کے نتیجے میں مسلمان مغلوب ہوگئے اور غلامی میں چلے گئے جس سے مسلم کلچر تہذیب کا تحفظ ختم ہوگیا اور مسلمان خود ہی غالب اور بالادست مغربی حکمرانوں کا رہن سہن اختیار کرنے لگے جس سے اسلامی تعلیمات عمل سے نکل گئیں اب صرف کتابوں میں رہ گئیں (الا ماشاءاللہ) صحیح کہا گیا اس جملے میں کہ ’’مسلمان در گور و مسلمانی در کتاب‘‘۔مغل حکمران اکبر کے دین الٰہی کے اجراء کے بعد حالات

تیزی سے ابتر ہوتے گئے اور اب کچھ عرصے سے اپنی انتہائی زوال کے درجے کو پہنچ چکے ہیں۔

چند صدیاں پہلے اسلامی کلچر کے بارے میں دو آرا نہیں تھیں پردہ کے بارے میں اختلاف نہیں تھا اب چونکہ عملی نمونے ختم ہو چکے ہیں لہٰذا کتاب وسنت یا قرآن مجید واحادیث کی تشریح نظری طور پر دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی مثالوں سے کرنا پڑتی ہے اور اس میں اختلافات بڑھتے جا رہے ہیں۔

اس دورِ انحطاط میں زندگی کے تمام گوشے ہی متاثر ہوئے ہیں تاہم ہمارے نزدیک جو شعبہ سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے وہ خواتین کے رہن سہن سے متعلق ہے اور اس میں خواتین کے لئے 'اُسوہ' اور 'نمونہ' کا معاملہ کچھ جدت پسند لوگوں نے متنازع بنا دیا ہے۔

ہمارے نزدیک 1400 سال پہلے بھی اور آج بھی مسلمان خاتون کے لئے نسوانی معاملات میں نمونہ، اُسوہ اور رول ماڈل (ROLE MODEL) ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں اور اسی کا تذکرہ سورۂ احزاب میں بڑے شاندار انداز میں آیا ہے۔ اسی رول ماڈل کی مکمل پیروی میں ہی مسلم خاتون کی دنیا وآخرت کی بھلائی ہے۔

دنیا میں پیغمبر علیہم السلام رہنمائی، اتمام حجت اور زندگی کا اُسوہ دینے کے لئے تشریف لاتے رہے۔ ان میں کامل ترین اور رہتی دنیا کے لئے نمونہ......سیدنا حضرت محمد ﷺ کا ہے اور اس کا ذکر قرآن پاک میں ہے؛ لہٰذا اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں۔

لیکن...... یہ بات ذرا سے غور سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ حضرت محمد ﷺ مجموعی طور پر اُمت کے لئے اُسوہ تھے۔ مردوں کے لئے تو ہر طرح 'اُسوہ' تھے ہی مجموعی طور پر خواتین اسلام کے لئے بھی نمونہ تھے......مگر خاص نسوانی معاملات میں ایک مرد کا اُسوہ یا زندگی کا طرزِ عمل عورت کی مکمل تشفی نہیں کر سکتا جب تک عورت ہی 'نمونہ' نہ بنے پھر تفصیلی ہدایات میں عورت کے نسوانی معاملات مرد عورت کو ایک حد تک ہی سکھا سکتا ہے۔ بھائی بہن کو باپ بیٹی کو اور بیٹا ماں کو بہت سارے تحفظات کے ساتھ ہی سمجھا سکتا ہے جس میں بہت سے خلا رہ سکتے ہیں ابہام اور اختلاف پیدا ہونے کی وسیع گنجائش ہے۔ کامل طریق پر نسوانی معاملات میں ہدایت ایک شوہر اپنی بیوی کو ہی دے سکتا ہے......لہٰذا حضرت محمد ﷺ پر جو شریعت اتری اور آسمانی ہدایت آئی اور آپ اُسوۂ کامل ﷺ بنے......اس کا عملی مظہر یہ سامنے آیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے گھر میں مختلف قبائل،

مختلف طبقات، مختلف طبائع اور مختلف عمر کی خواتین جمع فرما دیں جن کی آپ ﷺ نے نسوانی
معاملات میں آسمانی ہدایت اور القائے ربانی اور منشائے ایزدی کے

ہے کہ غلط فہمی سے خواتین یہ سمجھتی ہے کہ ان کا نظام عدل وقسط کے قیام میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

مسلم خواتین کا نظام عدل وقسط کے قیام میں عملی شرکت کا طریقہ

یہاں تک حالات کو سمجھ لینے کے بعد ہی مسلم خواتین اور ہماری ماؤں بہنوں کو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجائے گی کہ وہ پہلے ذہناً اس بات کو قبول کریں کہ اسلام کے اندر رہتے ہوئے اور اسلامی تعلیمات پر عمل درآمد کرتے ہوئے بھی نظام عدل وقسط کے قیام میں خواتین کا بڑا اہم رول اور حصہ ہے۔

خواتین کے رول کے اہم خدوخال

☆ سب سے پہلے خواتین کو یہ احساس یقین کی حد تک پہنچایا جائے کہ وہ الحمدللہ مسلمان ہیں فلاح ونجات اُخروی ان کا اصل ہدف ہے۔

☆ فلاح اُخروی کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کی مکمل اطاعت لازمی شرط ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول نے جو حقوق انہیں دیے ہیں وہ حقوق اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی حقیقی تابعداری کے بغیر انہیں میسر نہیں آسکتے۔

☆ خواتین کے حقوق کی بازیافت کے لئے صرف قانون سازی اور چند ترامیم سے کام نہیں چل سکتا (وگرنہ مغرب میں عورت کو ضرور پورے حقوق میسر ہوتے۔ قانون سازی کے باوجود امریکہ جیسے ملک میں نیویارک شہر میں حقوق کی خلاف ورزیوں ہیں۔ 2000ء میں صرف ایک کمپنی CBS کو 200 خواتین کے حقوق کی تلفی کے لئے 200 ملین ڈالر کی رقم ادا کرنی پڑی)

☆ نظام عدل وقسط کے قیام کے لئے ایک طویل، انتھک پرخطر انقلابی جدوجہد کی ضرورت ہے۔

☆ اس مشکل کام کے لئے ہر مسلم خاتون اپنے حصے کا کام کرنے کا عہد کرے اور اپنے بچوں کو بھی اسی کام کے لئے ذہناً تیار کرے۔

☆ ہر مسلم خاتون اپنے گھر کے افراد کو اس مشکل کام کے لئے گھریلو ذمہ داریوں اور گھریلو مصروفیات سے حتی المقدور فارغ کرے اور گھریلو معاملات میں کم سے کم الجھائے۔

☆ مسلم خاتون ممکنہ حد تک شکوے شکایات کم کر کے اپنے والد بھائی شوہر بیٹے کو اس جدوجہد کے لئے اپنے تعاون کا یقین دلائے اور عملاً نمونہ بن کر دکھائے۔

☆ دوسری مسلم خواتین کو بھی اسی طرح کا کردار ادا کرنے پر آمادہ کرے۔

☆ دنیاوی زندگی کا STATUS آسائشیں قیمتی ملبوسات اور فرمائشیں اُخروی اجر کی امید پر قربان کر دے۔

☆ مرد حضرات اس جدوجہد میں لگ جائیں تو مشکلات اور موانعات، قید و بند کی صورت میں ہمت بندھائے۔

☆ ہر مسلم خاتون مسلمان مردوں کی جدوجہد کے لئے انقلابی راستے کا شعور حاصل کر کے اور ہر مرحلے کے تقاضوں پر اپنے محرم مردوں کے ساتھ تعاون کرے۔

☆ اگر کسی گھر میں مرد دین کے تقاضے ادا نہیں کرتا تو اس کو حسن عمل اور حسن کردار سے آمادۂ عمل کرے تاکہ آخرت میں سارا کنبہ اور گھرانا اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر کے جنت میں جا سکے۔

نظام عدل وقسط کا دوسرا نام......نظام خلافت

قرآن وحدیث اور اسلامی لٹریچر میں اس نظام عدل وقسط کا دوسرا نام......نظام خلافت ہے لہٰذا......نظام عدل وقسط کا قیام......دراصل نظام خلافت کا ہی قیام ہے۔

نظام خلافت کا مثالی دور خلافت راشدہ کا دور ہے جس میں یہ نظام بالاتفاق اپنی اصلی اور اعلیٰ درجے کی شکل میں موجود رہا۔ اس دور میں مسلمان مرد و زن کو اپنے حقوق مل رہے تھے اور غیر مسلم بھی انہیں حقوق سے استفادہ کر رہے تھے۔ مساوات، حقیقی آزادی، اُخوت عدل، انصاف، امن سکون غرض یہ مثبت قدروہاں عام تھی۔

اس پر مستزاد یہ ہے کہ خلافت کے نظام میں آج بھی پانچ باتیں ہر مسلم اور غیر مسلم مرد و زن کو بلالحاظ مذہب، رنگ، نسل، علاقہ میسر آسکیں گی (جو آج کی دنیا میں خواب ہے امریکہ جیسے ملک میں بھی کالے اور گورے برابر نہیں ہیں)

(1) روٹی (2) کپڑا (3) مکان (4) تعلیم (5) علاج/معالجہ

یہ کفالت کا نظام ہے جو انسانیت کے لئے رحمت ہے آج یہ سہولتیں صرف امراء اور آسودہ حال لوگ حاصل کر سکتے ہیں۔ نظام خلافت آجائے تو ہر شخص ان سہولیات سے بہرور ہو رہا ہوگا۔

ان ساری سہولیات میں حقوق نسواں کی بازیافت بھی شامل ہے اور ہر مرد و زن ......اپنے رب اپنے خالق کی بندگی پر آمادہ ہوگا اور لوگ شرک سے بچ جائیں گے کفر سے علیحدہ ہو جائیں گے سیکولرازم سے تائب ہو جائیں لبرل ازم کا نام و نشان مٹ جائے گا روشن خیالی خواب و خیال ہو جائے گی اور لوگ باہم شیر و شکر اپنے رب کی بندگی کر رہے ہوں گے۔

آخری بات

عام خاتون ....سوچ سکتی ہے کہ کاغذوں پر یہ منصوبہ بڑا اچھا، دل خوش کن اور دلکش ہے مگر اکیسویں صدی میں کیا اب ممکن ہے؟ یہ سوال بڑا اہم ہے............اگر آج ہمیں اس کا جواب دینا پڑے تو بلاشبہ بڑی محنت درکار ہے شاید ایک کتاب لکھنی پڑ جائے ہمارے لیے آسانی یہ ہے کہ ہمارے آقا سیدنا حضرت محمد ﷺ نے اس سلسلے میں ہمارے لیے سارے شکوک و شبہات دور کر دیے ہیں۔ آپ ﷺ تشریف لائے آپ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر تھے، آپ نے عرب کی حد تک خود جدوجہد فرمائی اور اسلام کا غلبہ............خلافت راشدہ کا نظام قائم فرما دیا۔ باقی دنیا کے لئے امت کی ذمہ داری لگائی کہ یہ کام آپ کو کرنا ہے اور اس کے لیے آخرت میں بڑا اجر ہے اور یہ ذمہ داری ختم نبوت و رسالت کے نتیجے میں ہم مسلمان کے کاندھوں پر آ پڑی ہے

فرمانِ رسالت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ اِذَا شَاءَ اَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ فَتَكُوْنُ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًّا فَتَكُوْنُ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيًّا فَتَكُوْنُ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ

رواہ احمد عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے اندر عہد نبوت جب تک اللہ چاہے گا موجود رہے گا پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اس (عہد نبوت) کو ختم کر دے گا اس کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی جو قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اسے ختم کر دے گا پھر (اس کی جگہ) کاٹ کھانے والی بادشاہت قائم ہوگی جو جب تک اللہ چاہے گا برقرار رہے گی پھر اسے بھی جب اللہ ختم کرنا چاہے گا تو ختم کر دے گا پھر جابرانہ ملوکیت کا دور ہوگا جو جب تک اللہ چاہے گا باقی رہے گا پھر اللہ جب اسے بھی ختم کرنا چاہے گا تو ختم کر دے گا پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ (دوبارہ) قائم ہوگی پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔''

عَنِ الْمِقْدَادِ ؓ اَنَّـهٗ سَـمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَايَبْقٰى عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ بَيْـتُ مَدَرٍ وَ لَاوَبَرٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ كَلِمَةَ الْاِسْلَامِ بِعِزِّ عَزِيْزٍ اَوْ ذُلِّ ذَلِيْلٍ ـــــ اِمَّا يُعِزُّهُمُ اللّٰهُ فَيَجْعَلُهُمْ مِنْ اَهْلِهَا اَوْ يُذِلُّهُمْ فَيَدِيْنُوْنَ لَهَا۔ قُلْتُ: (فَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ) (رواہ احمد فی المسند بسند صحیح)

حضرت مقداد ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا روئے زمین پر نہ کوئی اینٹ گارے کا بنا ہوا گھر رہ جائے گا اور نہ اونٹ کے بالوں کا بنا ہوا کوئی خیمہ جس میں اللہ کلمۂ اسلام کو داخل نہ کر دے خواہ کسی سعادت مند کو عزت دے کر اور خواہ کسی بدبخت کی مغلوبیت کے ذریعے یعنی یا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو (اسلام کی بدولت) عزت عطا فرما دے گا اور انہیں کلمۂ اسلام کا قائل و حامل بنا دے گا یا (حالت کفر پر برقرار رہنے کی صورت میں) انہیں مغلوب فرما دے گا کہ وہ اس کے محکوم اور تابع بن کر رہیں گے! حضرت مقداد ؓ فرماتے ہیں کہ اس پر میں نے اپنے دل میں کہا! ''پھر تو واقعتاً دین کل کا کل اللہ ہی کے لئے ہو جائے گا!''

3 عـن ثـوبان ؓ قــال: قــال رسـول الله ﷺ: اِنَّ اللّٰـهَ زَوٰى لِىَ الْاَرْضَ فَـرَاَيْـتُ مَشَـارِقَـهَا وَ مَـغَارِبَـهَا، وَ اِنَّ اُمَّتِىْ سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زَوٰى لِىَ مِنْهَا (رواہ مسلم و الترمذی و ابوداود و ابن ماجة)

حضرت ثوبان ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا، چنانچہ میں نے اسکے تمام مشارق و مغارب دیکھے اور یقیناً میری امت کا اقتدار وہاں تک پہنچے گا جہاں تک زمین کو میرے لیے لپیٹا گیا!‘‘ (یعنی اہل اسلام کا اقتدار کرۂ ارض کے کونے کونے پر قائم ہوگا)

اللہ تعالیٰ کا واشگاف الفاظ میں وعدہ

F E DC B A @ ? > = <

SRQ PON MLK J IH G

ba ` _ ^] \[ZY XW VUT

N t O d c ’’وعدہ کرلیا اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائیں اور عمل صالح کا حق ادا کریں کہ وہ انہیں لازماً زمین میں خلافت عطا فرمائے گا، جیسا کہ خلافت عطا کی تھی ان کو جو ان سے پہلے تھے۔ اور ان کے لیے ان کے دین کو تمکّن عطا فرمادے گا جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے اور ان کے لیے خوف کے بعد امن کی حالت پیدا کردے گا۔ پھر ایسے لوگ میری ہی بندگی کریں گے کسی کو میرے ساتھ شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ پھر اس (پختہ وعدے) کے بعد بھی جو لوگ روگردانی اختیار کریں تو ایسے ہی لوگ نافرمان ہیں‘‘

ان احادیث مبارکہ اور آیت قرآنی کو سامنے رکھ کو خواتین کو اپنے حقوق کے بازیافت کے لیے اپنے محرم مردوں کو اسلام کے عطا کردہ نظام عدل وقسط کے قیام ....یعنی نظام خلافت کے قیام کی جدوجہد پر تیار کرنا چاہیے انہیں اپنے ممکنہ تعاون کا یقین دلانا چاہیے۔ گھریلو معمولی کاموں اور الجھنوں سے ان کو فارغ کرنا چاہیے۔ خواتین کو گھر سے باہر وقت اور پیسے کی بچت کرکے اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت پر سارا وقت صرف کرنا چاہیے تاکہ مردوں پر بوجھ کم پڑے اور اگلی نسل کی تعلیم وتربیت کا بھی نقصان نہ ہونے پائے۔

اسی طرح ہم اللہ تعالیٰ کو بھی راضی کرسکتے ہیں اپنے محبوب حضرت محمد ﷺ کو بھی راضی کرسکتے ہیں اپنے حقوق بھی حاصل کرسکتے ہیں مسلمان خواتین پر ظلم وجبر اور ناانصابی کا بھی خاتمہ

ہوسکتا ہے اور دنیا کے سامنے اسلام کی برکات اور کفالت کے نظام کا ایک نا قابل یقین نمونہ بھی سامنے آسکتا ہے۔اور پاکستان میں نظام خلافت کا قیام عمل میں آجائے تو شاید............یہی لفظ آغاز بن جائے اور پوری دنیا کے مما لک میں یہی نظام رائج ہوجائے اور اللہ کا دین کل روئے ارضی پر غالب ہوجائے اور دنیا حضرت محمد ﷺ کے لائے ہوئے نظام اوران کی رحمت للعالمینی کی شان کا آنکھوں سے مشاہدہ کر سکے جس سے دنیا کی حدتک مسلم وغیر مسلم سب برابر مستفید ہوں گے۔ وماذالك على الله بعزيز

No Time to Death

By Yousaf Islam

Sent by: - Naima Hamdam & Hadia Fatima

From those around, I hear a cry,
an awful soft, a hopeless sigh;
I hear their footsteps leaving slow….
and then I know my soul must fly.
A chilly wind begins to blow;
within my soul from head to toe;
and then, last breath escapes my lips,
its time to leave, and I must go.
So it's true but it's too late,
they said each soul has its given date;
when it must leave its body's core,
and meet with its eternal fate.
Oh mark, the words that I do say,
who knows tomorrow could be your day.
At last its comes to Heaven? or Hell?
decide which? now, do not delay.
come on my brothers let us pray,
decide which? now, do not delay.
"Oh God! Oh God!" I can not see!
my eyes are blind, am I still me?
or has my soul….been led astray;

and forced to pay a priceless fee?
Alas to dust we all return,
and shall rejoice while others burn.
Only I know that before,
the line grew short and came my turn;
and as beneath the soil;
they lay me with my record flawed.
They cry not knowing that I cried worse,
for they go home I face my God.
Oh, mark the words that I do say,
who knows tomorrow could be your day.
At last! it comes to Heaven or Hell,
decide? which now, do not delay,
come on my brothers let us pray.

نظام خلافت کے قیام سے
انسانیت کو کیا برکات اور کیسا ماحول میسر آئے گا
اس کا ایک ہلکا سا خاکہ
حسب ذیل ہے

اسلام ایک دین ہے اور دین زندگی کے تمام گوشوں میں اپنا نفوذ اور نفاذ چاہتا ہے۔ انفرادی زندگی میں بھی اور اجتماعی زندگی میں بھی۔ آج انفرادی سطح پر دین کی برکات سے خواتین و مرد حضرات کسی قدر واقف ہیں ہمارا اسلامی ماضی، ہماری روایات، ہمارا کلچر، ہماری رسومات سب کی سب ایک خاص ڈھب اور انداز کی حامل ہیں۔

اجتماعی زندگی میں اسلام کے غلبہ اور نظام خلافت کے قیام کے بعد کیسا ماحول ہوگا۔ اس کا خاکہ نیچے درج ہے۔ ہماری اجتماعی زندگی، سماجی، معاشی اور سیاسی پہلو رکھتی ہے ان تینوں سطحوں پر آج کے حالات سے کیا کیا انداز بدل جائے گا۔ ملاحظہ فرمائیے

سماجی سطح پر تبدیلیاں

☆ چونکہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اس لئے نسل، رنگ، زبان، پیشے اور جنس کی بنیاد پر نہ کوئی اونچا ہوگا نہ نیچا، بلکہ عزت اور شرافت کا معیار صرف تقویٰ اور پرہیزگاری ہوں گے۔

☆ پردے کے شرعی احکام نافذ کر کے خواتین کی عزت اور وقار کی پوری حفاظت کی جائے گی اسلام کے خاندانی نظام کے تحت خواتین کو معاشی کفالت کی پوری ضمانت حاصل ہوگی تاکہ وہ پوری یکسوئی کے ساتھ آئندہ نسل کی بہترین تربیت کر سکیں۔

☆ خواتین کو ملکیت اور وراثت کے اسلامی حقوق حاصل ہوں گے۔ انہیں تعلیم، صحت اور گھریلو صنعتوں کے میدان میں اپنی صلاحیتیں بروئے کار لانے کی پوری آزادی ہوگی۔

☆ اسلامی سزاؤں کے نفاذ سے بدامنی کا مکمل خاتمہ ہوجائے گا اور قتل' چوری اور ڈاکے کے علاوہ زنا اور تہمت زنا کی بھی جڑ کٹ جائے گی۔

☆ سماجی برائیوں جیسے رشوت' فضول خرچی' نمود ونمائش کے لئے بے تحاشا دولت ضائع کرنے اور شادی بیاہ کی ہندوانہ رسموں کا خاتمہ ہوجائے گا۔

☆ مفت اور جلد از جلد انصاف مہیا ہوگا اور جھوٹی گواہی کا خاتمہ ہوجائے گا۔

☆ سب کے لئے ایک ہی جیسا نظام تعلیم ہوگا۔اس میں قدیم اور جدید اور دینی اور دنیوی کی کوئی تقسیم نہیں ہوگی۔تعلیم میٹرک تک مفت ہوگی۔

معاشی سطح پر تبدیلیاں

☆ ریاست ہر شہری کی بنیادی ضروریات یعنی غذا' لباس' رہائش' تعلیم اور علاج کی ذمہ دار ہوگی۔اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے مسلمانوں سے زکوۃ اور عشر اور غیر مسلموں سے جزیے کی وصولی کا نظام نافذ ہوگا۔

☆ مخلوق خدا کی خدمت کرنے' اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور ضرورت مند افراد کو بغیر سود قرضہ دینے کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

☆ سود کی لعنت کا مکمل طور پر خاتمہ ہوجائے گا۔ جوئے' سٹے' لاٹری' دوطرفہ آڑھت اور خرید وفروخت کی تمام حرام صورتوں کو ختم کرکے سرمایہ داری کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔

☆ شریعت اسلامی کی حدود کے اندر اندر انفرادی ملکیت اور آزاد معاشی جدوجہد کی فضا برقرار رہے گی۔اس ضمن میں صحت مند مقابلے سے صنعت وتجارت کو ترقی ہوگی اور پیداوار میں اضافہ ہوگا۔

☆ مزدور اور کارخانہ دار کے درمیان اسلامی بھائی چارے اور عدل وانصاف کے علاوہ باہمی سوداکاری میں مزدور کو ریاست کی جانب سے کفالت کی ضمانت حاصل ہوگی۔

☆ جاگیرداری کی لعنت کا مکمل خاتمہ ہوجائے گا اور اسی طرح زمینداری کی ساری برائیاں بھی ختم ہوجائیں گی۔اس سلسلے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے متفقہ فتوے سے بھی مدد لی جاسکتی ہے جس کی رو سے مزارعت کی ہر شکل حرام ہے۔اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اہم

اجتہاد کو بھی بنیاد بنایا جا سکتا ہے کہ جو علاقے کسی بھی وقت مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح کئے تھے ان کی اراضی انفرادی ملکیت نہیں ہوتیں بلکہ اسلامی ریاست کے بیت المال کی ملکیت ہوتی ہیں...... بہرطور زمینداری کی تمام برائیاں کا قلع قمع ہو جائے گا۔

سیاسی سطح پر تبدیلیاں

☆ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہوگی چنانچہ قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جا سکے گا۔اعلیٰ عدالتوں کو پورا اختیار ہوگا کہ اس قانون کو منسوخ کردیں جو قرآن وسنت کے خلاف ہو۔

☆ ریاست کے کامل شہری صرف مسلمان ہونگے اور انکے حقوق شہریت بالکل مساوی ہونگے اور وہ اسلام کے اصول مشاورت کے مطابق باہمی مشورے سے ملک کے نظام کو چلائیں گے۔

☆ تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہوں گے اور کوئی شخص حتیٰ کہ صدر ریاست یا وزیر اعظم بھی قانون سے بالاتر نہ ہوگا۔

☆ غیر مسلموں کی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کا پورا ذمہ لیا جائے اور انہیں کامل معاشی اور مذہبی آزادی حاصل ہوگی چنانچہ وہ اپنے مذہب کے مطابق اپنی آئندہ نسلوں کی تعلیم و تربیت کے حقدار ہوں گے۔البتہ انہیں مسلمانوں میں تبلیغ کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

☆ وحدانی یا فیڈرل یا کنفیڈرل نظام ریاست......اور اسی طرح صدارتی یا پارلیمانی طرزِ حکومت میں سے کسے اختیار کیا جائے اس کا فیصلہ عوام کی کھلی رضامندی پر منحصر ہوگا۔اس لئے کہ ان میں سے کوئی بھی دینی اعتبار سے نہ لازمی ہے نہ حرام یا ناجائز۔

☆ علاقائی یا نسلی وقبائلی روایات میں سے جو شریعت اسلامی سے متصادم نہ ہوں انہیں پورا تحفظ حاصل ہوگا۔اسی طرح علاقائی زبانوں کے حقوق کی حفاظت ہوگی البتہ سب سے زیادہ زور عربی زبان کی تعلیم وترویج پر دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمت دے کہ ہم سب مسلمان مرد وزن اپنے اپنے معاشرہ میں رہتے ہوئے اس نظام کی برکات کو بروئے کار لانے اور دنیا کے سامنے اس کا نمونہ پیش کرنے کے لئے اپنا تن من دھن لگانے کا عزم کرلیں تو یہ منزل زیادہ دور نہیں کہ پاکستان ایک مثالی جدید اسلامی فلاحی جمہوری ریاست میں تبدیل ہوسکتا ہے۔

عورت

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
شرف میں بڑھ کے ثُرّیا سے مشتِ خاک اُس کی
کہ ہر شرف ہے اُسی دُرج کا دُرِ مکنوں!
مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں!

آزادیٔ نسواں

اس بحث کا کچھ فیصلہ میں کر نہیں سکتا
گو خوب سمجھتا ہوں کہ یہ زہر ہے وہ قند
کیا فائدہ کچھ کہہ کے بنوں اور بھی معتوب
پہلے ہی خفا مجھ سے ہیں تہذیب کے فرزند
اس راز کو عورت کی بصیرت ہی کرے فاش
مجبور ہی معذور ہیں مردانِ خرد مند
کیا چیز ہے آرایش و قیمت میں زیادہ
آزادیٔ نسواں کہ زمّرد کا گلو بند؟